ادبی سلسلہ نمبر 1

ماہنامہ

القلم

اردو جہانیاں

شمارہ اگست 2023ء

1 پاکستان کا مطلب کیا: لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہ

2 غدر کے حالات و واقعات

3 اقبال اور جناح کا پاکستان

4 یومِ آزادی اور ہم

ماہنامہ

القلم اردو جہانیاں

شمارہ اگست 2023ء

انچارج	ثنا اکرم ملھی
چیف ایڈیٹر	تنہاؔ لائلپوری

رابطے کا ذریعہ:

tanhalyallpuri@gmail.com

0305 854 5555

فہرست

فہرست

اداریہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تمام تر حمد و ثنا اور تشکر رب کریم کے لیے کہ جس کی دی گئی توفیق سے رواں ماہ کی پہلی تاریخ کو ادارہ "القلم اردو جہانیاں" نے اپنے وجود کو معنی پہنایا۔ الحمدللہ رب العالمین۔

اس کے بعد "القلم اردو میگزین" کے معزز لکھاری حضرات! آپ سب کی محبتوں پہ ڈھیروں مسرت و شادمانی۔

ادارہ کی جانب سے شکریہ قبول ہو کہ آپ سب کے قلم کی بدولت آپ سب کا شمارہ آپ اور دیگر قارئین کے زیرِ نگاہ ہے۔

الحمدللہ! ثم الحمدللہ!

ادارہ "القلم اردو جہانیاں" اپنی نوعیت کا ایک ادارہ ہے جس کا بنیادی مقصد اردو ادب کو فروغ دینا ہے اور اردو ادب کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کے لیے اپنے زورِ قلم اس وقت تازہ دم رکھنے ہیں جب تک اردو زبان قومی پہچان کے ساتھ اپنے کھوئے ہوئے وقار کو پھر سے نہیں پا لیتی۔

اس کے ساتھ ساتھ اس ادارے کا مقصد دوسری علاقائی زبانوں، پنجابی، سرائیکی، پشتو وغیرہ کی ترقی و ترویج کرنا ہے۔

ادارہ نو آموز لکھاریو کو سیکھنے کے مواقع فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ادب کے معیار اور اردو کی دن بدن گرتی ہوئی صورتحال کو بحال و برقرار رکھنے کے عزم سے بنایا گیا ہے۔

ادارہ کی جانب سے یہ پہلا شمارہ ہے جس کی کامیابی آپ قارئین کے تبصرے اور جوابی خطوط کے ذریعے سے ادارہ تک پہنچ سکے گی۔

لہٰذا تمام قارئین کرام سے گزارش ہے کہ میگزین کے مطالعہ کے بعد جوابی خط ضرور لکھیں تاکہ ادارہ آئندہ شمارے میں شامل کر سکے۔ اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

ثناء اکرم ملہی

حمد باری تعالیٰ

وہ ہے خالق و مالک سب کا
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

تسبیح ہے یہ ملائک کی قدیم
سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْم

اِس کی قدرت اس کی قوت کی نہ حد
قُلْ ہُوَ اللہُ اَحَدٌ اللہُ الصَّمَدُ

لکھی اس نے سب کی تقدیر کی کتاب
وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ

وہ ہے حَیٌّ؛ اَلْقَیُّوم؛ وہ اول و انتہا
وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ

لوگوں کو ہے دنیا کا جنون
قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ

ہے جہاں دائمی، یہ تیرا فتور
وَاِلَى اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ

ظالم سے لیتا بدلہ بہترین
اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ

اسی کے رہو تابع، وہ ہے ربِ رحمان
فَبِاَيِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ

توبہ کر لو، گر کیا گناہِ عظیم
فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

اس نے دیا ہم کو محبوب اپنا
سردارِ اَنْبِیَا مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہ

یہ کائنات ساری اس کی جاگیر
وَہُوَ عَلٰى کُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ

کل عالم میں نہیں کوئی اس کے برابر
سُبْحَانَ اللہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللہُ اَکْبَرُ

دیتا ہے نعمتیں ہم کو رب کریم
یُسَبِّحُ اللہُ وَہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

مشکلوں میں نکالتا سبیل
حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

مطیع ہے نصابِ جہاں کا ہر مضمون
فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ

خیالوں میں بھی رہو لغو سے دور
وَہُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

جانو نہ کسی کو جہاں میں حقیر
وَاللہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ

خواہشوں کی رکھو نہ دل میں جوت
کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ

رکھو قائم اپنے ایماں کا تم ستون
یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ہُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ

شاذیہ آفرینؔ

AL-QALAM URDU JAHANIAN
القلم اردو جہانیاں

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

یہ بحرِ کرم اور جود و سخا، اونچا ہے نبیؐ کا نام ہوا
کہ لطف و کرم آقاؐ کا مرے سب کے ہی لیے عام ہوا
انکار ہے جس کو آقاؐ کی عظمت سے وہ یہاں ناکام ہوا
بدنام ہوا، دشنام ہوا، اس کا تو برا انجام ہوا
آقاؐ کی محبت دل میں جاگی، جب جاری زباں پہ نام ہوا
اللہ کی عظمت اور نبیؐ کی شان کا الہام ہوا
گونجی ہے صدا ہر سو ہی یہاں صلِ علیٰؐ، محبوبِ خداؐ
جب بحرِ شفاعت پیارے نبی سرکارؐ کا شہرہ عام ہوا
تھا ظلم و جور کا راج جہاں میں ہر سو مرے آقاؐ سے پہلے
جو سرورِ دیںؐ آئے ہیں جہاں میں، رب کا یہ ہے انعام ہوا
ہر شخص پریشاں ظلم و ستم سے تھا نہ کسی کل چین ہی تھا
انصاف دلایا آقاؐ نے، پھر سب کو ہی سکوں آرام ہوا
بدنام بھی ہے خوشنام، بشارت اس کو ملی جنت کی ہے
محشر میں مرے آقاؐ کی شفاعت کا ہے جسے انعام ہوا

شاذیہ آفرینؔ

3

AL-QALAM URDU JAHANIAN
القلم اردو جہانیاں

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کشور حسین شاد باد

تُو نشان عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان

مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام قوتِ اخوتِ عوام

قوم، ملک، سلطنت پائندہ، تابندہ باد

شاد باد منزلِ مراد

پرچمِ ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال

ترجمانِ ماضی، شانِ حال جانِ استقبال

سایۂ خدائے ذوالجلال

حفیظ جالندھری
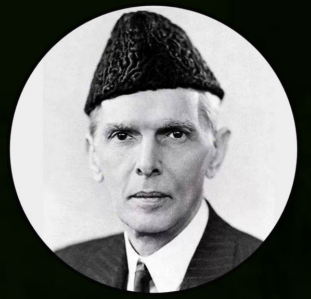
پیغامِ قائد

14 اگست کو پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت وجود میں آ چکی اور مسلمان قوم کی وہ آرزو پوری ہو گئی جس کے لیے اس نے کئی سال تک مسلسل جد و جہد کی تھی اور جس کے لیے بے انتہا قربانیاں دی تھیں۔
اس نئی مملکت کے معرضِ وجود میں آنے سے در حقیقت ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ ہمارا مقصد امن ہے، دونوں طرح کا امن یعنی ملک کے اندر ہر حصہ میں بھی اور ملک کے باہر دوسرے علاقوں میں بھی، ہم دنیا میں سلامتی اور خوش حالی کے خواہاں ہیں۔

محمد علی جناح (15 اگست،1947ء)

جھنڈا اور رنگین جھنڈیاں

جھنڈا ہر ملک و قوم کی حرمت و تشخص کی علامت ہوتا ہے اور اس کی سلامتی کے دم سے ملک کی سلامتی کا بڑا انحصار ہوتا ہے۔ زندہ قوموں کو اپنی آزادی کا دن بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منانا چاہیے اور ملک حاصل کرنے کی وجوہات اور اس سلسلے میں پیش آنے والی روح فرسا تکالیف و مصائب کے واقعات، قومی تہواروں پر اپنے بچوں کو بتانا ہر والدین کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ چودہ اگست پر قوم اپنی چھتوں پر جھنڈے اور صحنوں، گھروں کے دروازوں، بازاروں، دکانوں وغیرہ پر پرچم چھپی جھنڈیاں لگاتی ہے۔

آزادی کا دن منانے کے لیے جھنڈا تو ٹھیک ہے لیکن پرچم چھپی جھنڈیوں کا احترام ناممکن سا ہے۔ چودہ اگست کے بعد گلیوں، بازاروں، سڑکوں، پاک و ناپاک جگہوں پر یہ پرچم چھپی جھنڈیاں کافی تعداد میں اڑتے اڑاتے پاؤں، گاڑیوں وغیرہ کے نیچے بھی آتی رہتی ہیں جس سے پاکستانی جھنڈے کی مشابہت پر بنی ان جھنڈیوں کی یوں بے حرمتی دیکھ کر دل کو بے انتہاء تکلیف پہنچتی ہے۔

درخواست ہے کہ پہلے کی طرح صحنوں، چھتوں، بازاروں میں رنگین کاغذ کی جھنڈیاں بنا کر لگائی جائیں جیسے سال گرہ وغیرہ پر لگائی جاتی ہیں۔ وطن کے لیے یک جہتی کا یہی ایک موقع ہے، اسے کسی صورت ختم نہیں کرنا چاہیے لیکن ساتھ ہی جھنڈے اور جھنڈیوں کا تقدس بھی خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

امیدِ واثق ہے کہ اس اہم توجہ اور ضرورت پر حکومت کے ساتھ ساتھ جھنڈیاں بنانے اور خریدنے والے بھی خصوصی توجہ دیں گے۔ اللہ کریم ہمیں اپنے پیارے مامن و مسکن کے وفادار شہری بننے میں ہماری مدد فرمائے۔ آمین! ثم آمین!

سائرہ حمید تشنہ

آزادی اور ہم

14 اگست کو ہم اپنی آزادی کا دن مناتے ہیں ہر کہیں بڑے زور و شور سے یہ دن منایا جاتا ہے کہ 14 اگست، 1947ء کو ہم انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوئے تھے۔ جشن منانے والے آزادی کی تعریف سے ہی نا آشنا ہیں۔ سنو! آزاد وہ شخص، وہ قوم ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا حکم نہ چلتا ہو، جو اللہ کے علاوہ کسی کے آگے نہ جھکتا ہو۔ یہ آزادی کا جشن منانے کا حق کس نے دے دیا؟

یقین نہیں آتا تو ہر شہر میں موجود درباروں کا چکر لگا کر دیکھو، کتنے لوگ ہیں جو وہاں جھکے ہیں، کوئی قبر کو سجدہ کر رہا تو کوئی قبر کے آگے گم سم قیام کی حالت میں ہے تو کوئی قبر کو چوم رہا تو کوئی وہاں اعتکاف کی حالت میں بیٹھا ہے تو کوئی قبر کی مٹی چاٹ رہا ہے تو کوئی وہاں کا نمک کھا رہا ہے۔ یہ مردوں کے غلام، مردوں سے خوف کھانے والے، مردوں سے امیدیں باندھنے والے اور ان پر توکل کرنے والے ہیں۔ انہیں آزادی کا کیا پتا؟

آزاد تو وہ قوم ہوا کرتی ہے جس کا سر اللہ کے سوا کسی کے آگے نہ جھکتا ہو، جو امیدیں صرف اللہ سے لگاتی ہو، جس کا یقین پختہ ہو کہ ہمیں نفع و نقصان اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا، جو دلوں میں صرف خدا کا خوف رکھتی ہو، اس غلام قوم کا جشنِ آزادی سے کیا تعلق؟

(جاری)

آزادی اور ہم

1947ء میں انگریزوں سے آزادی تو حاصل کر لی مگر یہ بتاؤ تم پر قانون کس کا چلتا ہے؟ آج تم کس تہذیب کو اپنائے ہوئے ہو؟ تمھارا سر تو پارلیمنٹ کے ممبران کے بنائے ہوئے قانون کے آگے جھکتا ہے۔ آزاد قوم وہ ہوتی ہے جس پر اللہ کا بنایا ہوا قانون نافذ ہو، جس کا قانون زمین پر رہنے والے نہ بنائیں بلکہ جو آسمان سے نازل ہونے والے قانون کو نافذ کرے۔ جس کی تعلیم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، جس کو نافذ کرنے کی خاطر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان تو کیا اپنے پورے خاندان کی جانیں قربان کر دیں۔ وہ قانون جس کو نافذ کر کے صحابہ کرامؓ نے پوری دنیا پر حکومت کی۔

اور سن لو! جس ملک کا قانون انسانوں کا بنایا ہو اس ملک کے باسی آزاد نہیں، غلام ہوتے ہیں۔ پھر قانون بھی خدا کے قانون کے متضاد ہو، ایسے قانون کو طاغوت کا قانون کہا جاتا ہے۔ سنو! اللہ کے قانون میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس قانون کی پہلی شرط ہی لا الہ الا اللہ ہے۔ تمھارے قانون میں شرک کے اڈوں کی نگرانی کے لیے محکمہ اوقاف قائم ہے جو درباروں پر قائم بہشتی دروازہ کھولتا ہے، جو درباروں پر جمع شدہ قبر والوں کے نام کی نذر و نیاز اکھٹا کرتا ہے۔ جبکہ خود قرآن کہتا ہے غیر اللہ کے نام پہ پکایا گیا سب حرام ہے۔

تو خدارا اپنے آزاد ہونے کے اصل مطلب کو سمجھو اور اپنی اصلاح کرو تاکہ جشنِ آزادی منانے والے پکے سچے دعویدار بن سکو۔

جزاک اللہ خیراً کثیراً

نادیہ عمر حیات

یکجہتیِ پاکستان

سنو ذرا اے وطن کے جیالوں
کہ تم خود کو مت کبھی یوں گراؤ
کہ کوئی بھی آ کر تمھیں پسپا کر دے
وطن پر وہ اپنی نگاہیں ٹکا دے
اٹھو اور مل کر یہ سب کو بتا دو
کہ ہم متحد ھیں یہ سب کو دکھا دو
سبھی ایک ہیں، ایک میرا خدا ہے
نہیں کوئی ہم میں، الگ یا جدا ہے
بھلے نام دے لو ہمیں تم بلوچی
یا پنجابی، سندھی، مہاجر، پٹھانی
گرے کوئی تو بڑھ کے اس کو اٹھائیں
کہ ہم ہر قدم ساتھ سب کا نبھائیں
ہیں پاکستانی ہم، سبھی ہم وطن ہیں
کہ ہم کو یہ پیارا ہمارا وطن ہے
پڑے جو ضرورت لہو کی، بہا دیں
وطن پر یہ ہستی بھی اپنی لٹا دیں

شاذیہ آفرینؔ

14 اگست، 1947ء

میرے لفظوں سے بیان ہونے والا کوئی افسانہ نہیں، میرا قلم حقیقت پہ مبنی لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں کی داستان رقم کر رہا ہے۔ ماضی کی حقیقت، حال میں افسانوں کا روپ دھار چکی ہے۔ پاکستان کو وجود میں آئے پچھتر سال کا ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ پھر چودہ اگست کا دن آ گیا، خوشی کا سماں ہے۔ آج پھر ہم پرعزمی کے ساتھ خوشی کا جشن منائیں گے، ملی نغمہ سنیں گے، ساتھ ساتھ ناچ گانا بھی خوب ہو گا۔ ہمیں تو یہ بھی یاد ہے کے ہم نے چھت کی بلندی پر پاکستان کا سبز حلالی پرچم لگانا ہے۔ سورج غروب ہوتے ہی شام کو ہمارے مکان لال ہری بھری لائٹوں سے جگمگا جائیں گے۔ ہمیں یاد ہے گاڑیوں میں بیٹھ کر سڑکوں پہ گھومنا، انجوائے کرنا۔

اگر ہمیں کچھ یاد نہیں تو وہ پاکستان بنانے کا نظریہ یاد نہیں۔ اگر ہمیں کچھ یاد نہیں تو وہ صرف پاکستان بنانے کا مقصد یاد نہیں۔ اگر ہمیں کچھ یاد نہیں تو وہ صرف بے شمار مسلمانوں کی قربانیاں یاد نہیں۔ لیکن میں آج پاکستان کے عزائم یاد کروانے کی کوشش ضرور کروں گا۔

پاکستان بننے کا اعلان ہوتے ہی تیزی سے مہاجرین کے قافلے پاکستان آنا شروع ہو گئے تھے۔ ہر سمت لال آندھی اور قیامت کا منظر تھا، فضا خون آلودہ، قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں کا ڈھایا گیا مسلمانوں پر ظلم کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

(جاری)

14 اگست، 1947ء

ہر سمت انسانی کٹے اعضاء، زخموں سے چور لاشیں ہی لاشیں تھیں۔ لاشوں پر گدھ اور گدھے منڈلا رہے تھے۔ لاشوں کو جنگلی جانور نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ لاشیں پے یارو مددگار بغیر کفن کے پڑی ہوئی تھیں۔ شیر خوار بچے نیزوں میں پروئے گئے تھے اور عورتوں کی چھاتیاں کاٹ دی گئی تھیں۔ یہاں تک کے لاشیں درختوں کے ساتھ بھی لٹکی ہوئی تھیں۔ نہروں کا پانی خون سے سرخ ہو گیا تھا۔ مکان کی چھتوں پر پڑی لاشوں کا خون پرنالوں سے بہہ رہا تھا۔ کنویں لاشوں سے بھر گئے تھے۔ ندی نالوں اور نہروں کا پانی خون سے سرخ ہو گیا تھا۔ انڈیا سے آنے والی مہاجروں کی ٹرینیں زندہ انسانوں کی بجائے لاشوں سے بھری لاہور اسٹیشن پر پہنچتیں۔ ہندوستانی سکھ بلوائیوں کے گروہ سیاہ شب ہوتے ہی مسلمانوں کے گاؤں، قصبوں پر ٹوٹ پڑتے، تیل چھڑک کر گھر جلا دیے جاتے، بوڑھے اور جوانوں کو بے دردی سے قتل کر دیا جاتا، گھر کا ساز و سامان لوٹتے اور عورتوں کو اغوا کر کے ساتھ لے جاتے۔ یہاں تک کے پاکستان آنے والے مہاجروں کے قافلوں کو بھی نہ بخشا جاتا۔ ہر طرح کا ظلم ستم کیا گیا، قافلوں سے ساز و سامان لوٹا جاتا، کلام مقدس قرآن مجید جو عورتوں نے سینے سے لگائے ہوئے تھے، ظالموں نے چھین کر ہوا میں اچھال کر مقدس کتاب کی بے حرمتی کی۔

(جاری)

14 اگست، 1947ء

مسلمان بے شمار قربانیاں دینے اور ظلم سہنے کے باوجود بھی مسلمانوں کے دلوں سے آزادی کا جذبہ سرد نا ہوا، ہر زبان پر ایک ہی نعرہ تھا کہ "لے کر رہیں گے پاکستان"۔ مسلمانوں کی آزادی چھیننے والے ہندوؤں اور سکھوں کا نعرہ تھا "جو مانگے گا پاکستان اسے دیں گے قبرستان"۔ آزادی کا خواب دیکھنے والے مسلمانوں کی ماؤں، بیٹیوں کو الگ کر کے چھانٹ کی جاتی، سرِ عام عورتوں کو بے آبرو کیا جاتا۔ عزت نیلام ہوئی یہاں تک مسجدوں میں پناہ لینے والی عورتیں بھی محفوظ نہ رہ سکیں۔ مسجدوں میں بھی عزتیں محفوظ نہ رہ سکیں، یہاں تک کہ ہماری آزادی کی قیمت مسلمان بہنوں نے ہندوؤں اور سکھوں کے بچوں کو جنم دے کر ادا کی۔ لوگ والٹن کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور تھے اور پناہ گزین کیمپ بھی محفوظ نہ رہے تھے۔ ذرا تصور کریں کیسے بنا تھا "میرا تیرا پاکستان"۔ اگر ہمیں کچھ یاد ہے چودہ اگست کا دن منانا، پاکستان بنانے کا مقصد یاد نہیں۔ ایک اسلامی ریاست پاکستان بنانے کے مقاصد کو ہمیں نہیں بھولنا چاہیے۔ اللہ پاک کی نعمتوں میں سے وطنِ عزیز ہمارے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے۔

"تو سلامت وطن، تا قیامت وطن"

سجاد انصاری

یومِ آزادی اور ہم

پاکستان صرف ایک نام نہیں بلکہ ایک پہچان ہے۔ یہ تاریخ میں دی گئی مسلمانوں کے لہوؤں کی قربانی کا وہ صلہ ہے، انگریزوں کے ظلم و جبر سے آزادی کا وہ پروانہ ہے کہ جس کا احسان ہم شاید کبھی نہ اتار سکیں۔ جب مسلمان، ہندوؤں اور انگریزوں کی تعصب پسندی کا شکار تھے، جب ہماری ماؤں، بہنوں کی عصمتیں محفوظ نہ تھیں، جب مسلمانوں کو مذہبی و معاشرتی آزادی حاصل نہ تھی تب ہمارے بانی قائد اعظم محمد علی جناح نے اللہ رب العزت کے فضل سے اپنی محنت، لگن اور جد و جہد سے اس ملک کو ایک آزاد ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر متعارف کروایا۔ پاکستان چودہ اگست 1947ء، ستائیس رمضان المبارک 1366 ہجری کو وجود میں آیا، یہی وہ دن تھا جب مسلمانوں کو ان کی دی گئی قربانیوں کا صلہ ملا، انہیں ان کے صبر کا پھل ملا۔ آج ہر سال پاکستان میں چودہ اگست کو "یومِ آزادی" کے نام سے منایا جاتا ہے۔ بازاروں میں سبز اور سفید جھنڈیاں اور جھنڈے، کپڑے، بیجز اور یومِ آزادی سے متعلق دیگر چیزوں کے اسٹالز لگائے جاتے ہیں۔ اپنے گھروں کو، تعلیمی اداروں کو جھنڈیوں سے سجایا جاتا ہے۔ الغرض جس سے جتنا ہو سکتا ہے وہ اپنے ملک سے محبت کا اظہار کرتا ہے اور اس آزادی کے دن کو مناتا ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کیا ہم واقعی آزاد ہیں؟کیا یہی آزادی ہے جو ہمارے قائد نے ہمیں دی تھی؟ جس کا خواب انہوں نے دیکھا تھا اور یہی وہ پاکستان ہے جو انہوں نے ہمارے سپرد کیا تھا؟ کیا واقعی ہمارا ملک آزاد ہے؟ جرائم سے، فتنہ انگیزی سے، ناخواندگی سے، مہنگائی سے، کس چیز سے آزاد ہے؟ کیا آزادی اسی کا نام ہے کہ ہر انسان اپنے اختیارات کو آزادنہ طور پر استعمال کر سکتا ہے، کہ جو جب چاہے اس ملک میں دہشت گردی پھیلا سکتا ہے، فرقہ واریت پھیلا سکتا ہے، جو جب چاہے اس ملک میں غیر اسلامی قوانین کا نفاذ کر سکتا ہے، جو جب چاہے اس ملک کو غیر ذمہ داران کے حوالے کر سکتا ہے؟

یومِ آزادی اور ہم

یہ تو آزادی کا وہ نقطۂ نظر نہیں ہے جو قائد اعظم نے ہمیں دیا تھا، یہ تو وہ ملک نہیں ہے کہ جس کا خواب ہمارے بانی نے دیکھا تھا، جس ملک کا ہمیں امین کہا تھا، یہ تو بس اب وہ ملک ہے کہ جس کا صرف نام ہی ہمارے شناختی کارڈ میں قومیت کے خانے میں درج کیا جاتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے ہم نے اس ملک کو اتنا خستہ حال بنا دیا ہے کہ ہماری نئی نسل جنہیں اس ملک کی ترقی کے لیے کام کرنا تھا، جنہیں اس ملک کا محافظ بننا تھا، جنہیں قائد نے اس ملک کے مستقبل کا معمار کہا تھا، وہی آج اس ملک کو چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں، وہی اس ملک سے اپنی جان چھڑوانا چاہتے ہیں لیکن کچھ کرنا نہیں چاہتے۔

افسوس کہ ہم اس بات کو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں کہ اس ملک کی حالتِ زار کے ذمہ دار صرف حکمران نہیں ہیں بلکہ ہم میں سے ہر فرد ہے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک اس ملک کی فلاح و بہود کے لیے اپنا مؤثر کردار ادا کرے تو ملکِ پاکستان دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں شامل ہوسکتا ہے۔ یہی ملک ہمارے لیے قابلِ فخر ہو سکتا ہے لیکن افسوس! صد افسوس! ہم اس وطن کو نہیں بدلنا چاہتے کیونکہ ہم اپنے آپ کو ہی نہیں بدلنا چاہتے۔

علامہ اقبال نے ہم جیسی قوم کے لیے ہی فرمایا تھا:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

یعنی ہر فرد کو اپنے حصے کا کام کرنا ہے، اس ملک کو بچانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا ہے، ملک کو چھوڑ کر جانا اس مسئلے کا حل نہیں ہے، یہی وقت ہے کہ ہمیں حقیقی آزادی کے مفہوم کو پہچانتے ہوئے اس وطنِ عزیز کے لیے دل و جان سے محنت کرنی ہے، اپنی ذمہ داریوں کو پہچاننا ہے۔

قرآن بھی یہی کہتا ہے:

"بیشک اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدلیں" (سورہ الرعد)

(جاری)

یومِ آزادی اور ہم

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صرف سال کے ایک دن جھنڈیاں لگا کر، جھنڈے لہرا کر، زور و شور سے ملی نغمیں گا کر اور اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس پہ شاعری کے ذریعے اپنے وطن سے اپنی محبت کا اظہار کر کے آزادی کا جشن منانا، یہ اپنے ملک کا حق ادا کرنا نہیں ہے، یہ آزادی منانا نہیں ہے، اگر ہمیں واقعی اپنے وطن سے محبت ہے تو ہمیں اپنے عمل سے ثابت کرنا ہے کہ ہاں ہمیں اپنے وطنِ عزیز پاکستان سے بے انتہا محبت ہے اور ہم ہی اسے حقیقی آزادی دلائیں گے، ان شاءاللہ۔

ربِ کائنات سے دعا ہے کہ وہ ہمارے وطن کو امن و سکون کا گہوارہ بنائے، اسے دشمن کے شر سے محفوظ فرمائے اور ہمیں آزادی کا حقیقی مفہوم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خدا کرے کہ مری ارضِ پاک پر اترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو

سعدیہ ناز

نظم

بھیج دے یا رب کسی کو پاسبانی کے لیے
مردِ حر اک چاہیے اب حکمرانی کے لیے

سینکڑوں لاکھوں نگینے خاک میں ملنے کے بعد
پایا مینارِ وطن ہم نے نشانی کے لیے

آسمانی کہکشائیں، بحر و بر، یہ وادیاں
اس سے ہٹ کر کیا بچا اب حکمرانی کے لیے

ابنِ آدم چاند تک پہنچا ہے اور دیکھیں ذرا
ہم ترستے ہیں یہاں دو گھونٹ پانی کے لیے

حضرتِ اقبال کا فرمانِ عالی شان ہے
"ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے"

نوچ کے حمزہؔ ہمارے دیس کو سب کھا گئے
اب فقط ہم رہ گئے ہیں گلہ بانی کے لیے

حمزہ ارشد

نظم

لہو پھیلا ہے ہر طرف، قریہ قریہ، کو بہ کو
اتحادِ ثلاثہ تجھے توڑنے کی کریں جستجو
سوچتی ہوں سالگرہ پہ تجھے کیا تحفہ دوں
ہے دعا اس آزمائش میں تو ہو سرخرو
تیری گلیاں پھر سے آباد ہوں
تیرے باسی پھر سے شاد ہوں
یہ تیرا خون رنگ چہرہ دھل جائے
پھول امن کا اب کہ کھل جائے
میرے رب یہ مجھ کو ہے یقین
اتحادِ امت کا بنے گا تو امین
کرتی ہوں رب سے یہ دعا
بنے اسلام کا تو حقیقی قلعہ

عائشہ ہارون نظامی

ترانۂ محبت یومِ آزادی پاکستان

دلوں کی الفت، نظر کی چاہت
یہ پیار تجھ پر نثار کر دوں
مرے وطن، یہ زمانے بھر کا
قرار تجھ پر نثار کر دوں

تری رگوں میں ہے خون شامل
جواں شہیدوں کا حوصلہ بھی
خزاں سے تجھ کو بچا کے رکھوں
بہار تجھ پر نثار کر دوں

ہرے بھرے ہیں یہ باغ سارے
گلوں میں خوشبو مہک رہی ہے
بچا لوں ویرانیوں سے تجھ کو
بہار تجھ پر نثار کر دوں

مرے وطن، اب یہ تیرا پرچم
بلندیوں میں رہے ہمیشہ
ملی ہیں تجھ سے جو عزتیں اور
وقار، تجھ پر نثار کر دوں

ہے دل میں عاجزؔ کی یہ تمنا
تری محبت میں جان نکلے
ملیں جو مجھ کو ہزار جانیں
ہزار تجھ پر نثار کر دوں

محمد اسمٰعیل عاجزؔ

یومِ آزادی، پاکستان اور ہم

پاکستان کا یومِ آزادی پاکستانی قوم کے لیے ایک اہم دن ہے اور بر صغیر ہند و پاک کی تاریخ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ 14 اگست 1947ء وہ دن ہے جب مسلمانوں نے انگریزوں اور ہندوؤں کے تسلط سے آزادی حاصل کی اور اسلامی ریاست جمہوریہ پاکستان کو تشکیل کیا۔ یہ دن پاکستانی قوم کے لیے بہت زیادہ فخر، عکاسی اور جشن کا دن ہے، کیونکہ یہ ایک خود مختار قوم کی پیدائش اور مسلمانوں کو اپنے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی جینے کے حصول کا دن ہے۔
14 اگست کا دن پاکستان میں سرکاری سطح پر قومی تہوار کے طور پر بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ عوام اس روز اپنا قومی پرچم فضا میں بلند کرتے ہوئے اپنے قومی محسنوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ ملک بھر کی اہم سرکاری عمارات پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد کو خاص طور پر سجایا جاتا ہے۔ صدرِ پاکستان اور وزیراعظم قومی پرچم بلند کرتے ہوئے اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اس پرچم کی طرح اس وطنِ عزیز کو بھی عروج و ترقی کی بلندیوں تک پہنچائیں گے۔ اس کے علاوہ پورے ملک میں سرکاری اور نیم سرکاری عمارات پر بھی سبز ہلالی پرچم پوری آب و تاب سے لہرایا جاتا ہے اور اس عہد کی تجدید کی جاتی ہے کہ ہم سب مل کر اس وطنِ عزیز کو ترقی، خوشحالی اور کامیابیوں کی بلند سطح پہ لے جائیں گے اور ہمیشہ اپنے رہنما قائد اعظم محمد علی جناح کے قول "ایمان، اتحاد اور تنظیم" کی پاسداری کریں گے۔
یومِ آزادی لوگوں کے لیے ان ہیروز اور شہداء کے لیے اظہارِ تشکر کرنے کا ایک موقع ہے جنھوں نے ملک کی آزادی کے لیے اپنی جانیں قربان کیں۔

یومِ آزادی، پاکستان اور ہم

محمد علی جناح اور علامہ اقبال جیسے قومی رہنماؤں کی قبروں پر شہری حاضری دیتے ہیں اور انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ یاد گاہ یہ عمل جرات، قربانی اور لگن کی ان اقدار کو تقویت دیتا ہے جو پاکستان کی تخلیق میں اہم کردار ادا کرتی تھیں۔ یومِ آزادی ان نظریات کی عکاسی، جشن اور تجدیدِ عہد کا دن ہے جو قوم کو تقویت دیتے ہیں۔ یہ دن ماضی کی جد و جہد اور قربانیوں کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا دن ہے جبکہ پاکستان کی مختلف شعبوں میں کامیابیوں اور پیش رفت کو بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ جیسے جیسے قوم آگے بڑھتی ہے، اتحاد، ایمان اور نظم و ضبط کے ان اصولوں کو یاد رکھنا ضروری ہے جنھوں نے بانیوں کی رہنمائی کی۔ یومِ آزادی ہمیں یاد دہانی کراتا ہے کہ آزادی ذمہ داری کے ساتھ آتی ہے۔ یہ ہمارے معاشرے میں امن، رواداری اور شمولیت کو فروغ دینے کے اپنے عزم کا اعادہ کرنے کا دن ہے۔ اپنی عوام کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے زندگی کے تمام شعبوں میں بہترین کارکردگی کے لیے کوششیں جاری رکھنے اور آنے والی نسلوں کے لیے ایک خوشحال مستقبل کی تعمیر کرنے کا عزم لینے کا وقت ہے۔

اس پر مسرت موقع پر، آیئے ہم آزادی کے جذبے کا جشن منائیں، اپنی قوم کے تنوع کی قدر کریں اور ایک روشن اور زیادہ خوشحال پاکستان کی تشکیل کے لیے مل کر کام کریں۔

شاذیہ آفرین

پاکستان کا مطلب کیا:
لا الہ الا اللہ

خداوندِ کریم نے ہمیں بے پناہ نعمتوں سے نوازا ہے انہی میں سے ایک بہت عظیم نعمت اسلامی ملک پاکستان ہے جس کا مطلب ہی ہمارا پہلا عقیدہ توحید ہے جو مسلم و کافر میں فرق واضح کرتا ہے، یعنی لا الہ الا اللہ۔ جو چیز سب سے زیادہ قیمتی ہو، جس کے لیے انسان کو اپنی جان و مال کی بازی بھی لگانی پڑے تو انسان اس سے بھی گریز نہیں کرتا حاصل کرنے میں، انہی قیمتی نعمتوں میں ملکِ پاکستان حاصل کرنا، انہی مال و جان کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ہمارے عظیم رہنماؤں اور لیڈروں کی بے پناہ کاوشوں اور قربانیوں کے بعد ہم اس پاک سر زمین کو حاصل کرنے میں خدا کی رحمت و برکت کے شاملِ حال کے باعث حاصل کر کے آج پر سکون مسلم ملک میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔
لیکن افسوس کا مقام ہے ہم مسلمانوں کے لیے کہ جس ملک کو لا الہ الا اللہ کے نعرے پر، مطلب پر حاصل کیا تھا وہ ملک آج کس قانون کے تحت چل رہا ہے؟
سوچنے کا مقام ہے کہ اس سر زمین کا مطلب رکھا تھا کہ اس ملک میں کوئی قانون غیر شرعی نہیں ہو گا اور نہ ہی اس میں غیر اللہ کی تقلید کی جائے گی لیکن آج ویسا کچھ نہیں ہو رہا۔ ظالم اپنی من چاہی زندگی گزار رہا ہے، مظلوم بے بس اپنی غریبی کی چکی میں پس رہے ہیں۔ کوئی قانون خدائے واحد کے قانون کے مطابق نہیں چل رہا، کسی کو نظامِ مصطفیٰ کی پرواہ نہیں۔ اگر کوئی جماعت یا گروہ اس نظامِ مصطفیٰ کو قائم کرنے کی آواز بلند کرتا بھی ہے تو چند لوگوں کے سوا کوئی اس کو ووٹ دینے کو تیار نہیں ہوتا۔
خدادا اپنے خدا کو پہچانو، اس کے بنائے ہوئے قانون کو لاگو کرنے میں سچے اور اچھے اور اہل لوگوں کو اپنا ووٹ ڈالو کہ بے شک تمھارا نیکی کی طرف اٹھایا گیا ایک قدم بھی تمھارے سچا مسلم ہونے کی گواہی دے گا۔

؎ اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

نادیہ عمر حیات

پاکستان کا مطلب کیا:
لا الہ الا اللہ

قیامِ پاکستان سے پہلے جب مسلمانوں نے اپنے لیے ایک الگ مملکت، جس کا نام پاکستان تجویز کیا گیا، کا مطالبہ کیا تو ہر کوئی جاننا چاہتا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے؟ تو وہ شخصیت یعنی اصغر سودائی جن کا حصہ بقول قائدِاعظم کے، تحریکِ پاکستان میں 25 فیصد ہے، نے سوچا کہ کیوں نہ دنیا کو بتایا جائے کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے؟ پاکستان کی بنیاد کیا ہے؟ لہٰذا اصغر سودائی نے ایک نظم تحریر کی جس میں ٹیپ کا مصرع پاکستان کا مطلب کیا ہے: لا الہ الا اللہ کو استعمال کیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ مصرع عوام میں مقبول ہوا اور نعرہ بن گیا اور نعرہ بھی ایسا ویسا نہیں بلکہ وہ نعرہ جس نے تحریکِ پاکستان میں اک نئی روح پھونک دی۔

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے پاکستان کی بنیاد توحید کو بنایا یعنی اپنے مذہب اور اسلامی شریعت کو بنایا مگر اب یہ چیزیں کہاں ہیں؟ اب ان پر عمل کیونکر نہیں کیا جاتا؟ کیا صرف ملک حاصل کرنے کے لیے ان باتوں کا استعمال کیا گیا؟ اب اس ملک کہ جس کی بنیاد مذہب اسلام کو رکھا گیا وہاں مذہب کے نام پر فرقہ بازی، فتنے اور فسادات برپا ہیں۔ حتیٰ کہ اب تو یہاں انسانیت بھی دم توڑتی جا رہی ہے۔ ہم اپنی تعلیمات کو بھلا کر اخلاق باختہ سرگرمیوں میں پڑ گئے ہیں اور ملک پسماندہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

یہاں نہ صرف انسان کی اخلاقیات بلکہ انسانیت بھی دم توڑتی جا رہی ہے۔ یہ ایسا ملک بنتا جا رہا ہے جہاں مرشد رشد سے عاری ہے۔ تعلیم کے نام پہ فحاشی عام ہے۔ انگریز تو چلے گئے مگر اپنا کلچر یہاں چھوڑ گئے۔ ہم ہیں مسلمان، ملک ہمارا پاکستان ہے، انگریزوں کو اپنا دشمن گردانںے والے اس ملک کے باسی، ان کے کلچر کو بڑھاوا دے رہے ہیں۔ اب تو ہماری تعلیم بھی اپنا بھیس بدل کے انگریزوں کے ڈھنگ میں ڈھلتی جا رہی ہے۔

(جاری)

پاکستان کا مطلب کیا:
لا الہ الا اللہ

جی ہاں! ہماری تعلیم اب بھیس بدل چکی ہے۔ اب تعلیم یافتہ ہونے کی پہلی شرط لباس کا ماڈرن ہونا ہے۔ یہ وہ ملک ہے جہاں سوچ کی جدیدیت نہیں لباس کی جدیدیت بتاتی ہے کہ انسان پڑھا لکھا ہے کہ نہیں۔ بنیاد میں اسلام کو ڈال کر وہ عمارت تعمیر کی گئی ہے جس میں چوری، فحاشی، سفارش، ناانصافی اور رشوت ستانی کے بازار گرم ہیں۔ ہر وہ کام کیا جاتا ہے جس سے اسلام روکتا ہے۔ لوگوں سے شراب کا پوچھو تو ہم نہیں پیتے، اسلام میں حرام ہے کہہ کے بات ختم کر دیتے ہیں۔ ٹیٹو بنوا لو، نہیں بنوا سکتا اسلام میں حرام ہے۔ مگر لوگوں کو یہ یاد کیوں نہیں ہے کہ رشوت اور ناانصافیاں بھی اسلام میں حرام ہیں، لوگ یہ کیوں بھول جاتے ہیں؟ گالی گلوچ بھی اسلام میں حرام ہے، لوگ یہ کیوں بھول جاتے ہیں؟ کیوں لوگ رب کو بھول جاتے ہیں؟ ہم بیٹی کو جہیز تو دیتے ہیں پر وہ حقوق نہیں دیتے جو شریعت نے اسے دیے ہیں۔ وراثت میں حق مانگ لے تو خود غرض تم حصہ لے کے کیا کرو گی، من پسند شادی کا اظہار کرے تو تعلق ختم، سب رشتے ناطے ختم۔ یہ وہ ملک ہے جس کے نام کا مطلب لا الہ الا اللہ ہے، جس کی بنیاد اسلام ہے مگر عمل کہیں نہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے آپ کو بدلا جائے، اپنے طور طریقے بدلے جائیں اور اس مملکت کو حقیقتاً ایک اسلامی ریاست بنایا جائے۔ ہر بندہ اپنی اصلاح کرے گا تو معاشرے کی اصلاح ہو جائے گی۔ خدارا خود کی اصلاح کریں اور مل کے اس ملک کو اندھیروں سے نکالیں۔ جو سلوک ہم نے کیا، اس کا حقدار نہیں تھا ہمارا وطن۔ اے ہمارے وطن! جان سے پیارے وطن! ہم شرمندہ ہیں۔

مروہ الطاف

یومِ آزادی اور ہم

پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے مگر جو اس کی صورتحال ہے دیکھ کر زبان خاموش اور دل خون کے آنسو روتا ہے۔ پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرضِ وجود میں آیا۔ پورا پاکستان 14 اگست کو آزادی کا جشن مناتا ہے۔ پورے پاکستان میں جگہ جگہ جھنڈے، جھنڈیاں اور پرچم کشائی کی جاتی ہے۔ اب تو اس موقع پر کیک کاٹنے کا رواج بھی عام ہو چکا ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ کہ 14 اگست کے دن ہماری یہ حالت ہوتی ہے جسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے قیدی قید سے رہا ہوئے ہوں۔ ان میں سب سے نمایاں ہماری نوجوان نسل نظر آتی ہے جو لفظ آزادی اور آزادی سے بالکل ہی ناواقف ہیں، جنہیں یہ علم ہی نہیں کہ آزادی کسے کہتے ہیں۔ 14 اگست کے دن طرح طرح کے گاڑیوں کو ہارن لگوا لیتے ہیں جن کی وجہ سے معاشرے میں ایک ناخوشگوار شور پیدا ہوتا ہے جس سے دوسرے لوگ پریشان ہوتے ہیں۔ ہم 14 اگست کے دن جھنڈیوں سے اپنے گھروں کی چھتوں، اپنی گاڑیوں اور بازاروں کو تو سجا لیتے ہیں مگر 14 اگست کے اس دن کے بارے اور پاکستان کے جھنڈے میں بنے چاند ستارے، سبز رنگ اور سفید رنگ سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ہماری بلا جانے کہ ان تمام کا جھنڈے میں مقصد کیا ہے۔ ہم خوب جشن مناتے ہیں، مختلف سکولوں اور کالجوں میں تقریروں کے مقابلہ جات ہوتے ہیں جن میں بھرپور جوش و جذبہ دکھایا جاتا ہے۔ مگر اس جذبے کا کیا فائدہ جو زبان سے نکلے اور ہوا میں پھیل کر اپنی طاقت کھو دے، جس جذبے کی حد صرف تقریر کی حد تک ہو۔ ہمیں یہ تو بتایا جاتا ہے کہ یہ ملک کیسے حاصل کیا گیا مگر یہ نہیں کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے، یہ کوئی نہیں بتاتا۔ ہم ایک دن کا جذبہ دکھا کر اور خوشی منا کر کہیں کالی کانوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ کل جو لوگ تقریروں، جذبوں اور نعروں سے لوگوں کا لہو گرما رہے تھے، آج کہیں اے سی کی ٹھنڈی ہوا لگا کر خوب سو رہے ہیں تو دوسری جانب ہمارے نوجوان کہیں دوسرے کاموں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ کوئی بن سنور کر ٹک ٹاک بنانے میں مصروف ہے تو کوئی قوم کی عزتوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہے۔ چودہ اگست پہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ قوم کی عزت کو کس طرح پامال کیا جاتا ہے۔

؎ دکھ یہ نہیں کہ مرا گھر جل گیا
دکھ یہ کہ عزت کا جنازہ نکل گیا

یومِ آزادی اور ہم

تعجب ہے ہم نے آزادی کا مقصد کیا سمجھ لیا ہے۔ آزادی کا مقصد صرف خوشی منا لینا، جوش دکھا لینا، تقریروں سے دوسروں کا لہو گرما لینا، سال کے بعد ستر سالہ پرانی یادیں تازہ کر لینا، دوسروں کو پریشان کر لینا، اپنے دشمنوں کو جوہری سامان دکھا لینا، دشمن کو اپنی قوت دکھا لینا آزادی نہیں ہے۔ اس مقصد کے لیے آزادی ہرگز ہرگز حاصل نہیں کی گئی تھی بلکہ آنے والا ہر چودہ اگست ہمیں اپنے بڑوں کی قربانیوں کی یاد دلاتا ہے۔ یہ یاد دلاتا ہے کہ یہ ملک اچھائی کے لیے حاصل کیا گیا ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پہ حاصل کیا گیا ہے۔ اسلامی قوانین کو نافذ کرنے کے لیے حاصل کیا گیا ہے۔ یہ ملک امن و بھائی چارے کے لیے بنایا گیا ہے۔ ہر آنے والا چودہ اگست کا دن ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ ہم بھی محنت کریں، کوشش کریں۔ خدارا چودہ اگست کے دن کے مقصد کو سمجھیے اور اپنے اپنے مقاصد سے واقفیت حاصل کیجیے۔ اس ملک کے رہنے والوں کو ذہنی طور پر بھی آزاد کروانے کی کوشش کریں۔ اس ملکِ پاکستان کے مقصد کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کریں۔ ہم پھر سے اقبال کے خواب کو نئی روح پھونکیں، پھر سے اس قول کو اپنے سینوں میں اتاریں جو قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ "کام، کام اور بس کام" کریں۔ ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم چودہ اگست کا مقصد جانیں اور ملکِ پاکستان کا نام روشن کریں۔ میری طرف سے تمام پاکستانیوں کو جشنِ آزادی مبارک ہو۔ اللہ اس ملکِ پاکستان کو رہتی دنیا تک قائم و دائم رکھے۔ اللہ اس ملک کی حفاظت فرمائے۔ آمین! پاکستان زندہ باد

مرزا عمر مغل

اقبال اور جناح

کا پاکستان

سبحان اللہ! قدرت نے جب کوئی تاریخی اور عظیم کارنامہ سرانجام دینا ہوتا ہے تو کیسے کیسے وسائل مہیا کر کے راستہ بنا دیا جاتا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح 25 دسمبر 1876ء کو پیدا ہوئے اور علامہ اقبال 9 نومبر 1877ء کو دنیا میں آئے۔ گویا علامہ اقبال، محمد علی جناح سے ایک سال چھوٹے تھے۔ قائداعظم سے تقریباً ساڑھے نو برس قبل علامہ اقبال 21 اپریل 1938ء کو انتقال کر گئے جبکہ قائداعظم 11 ستمبر 1948ء کے دن اللہ کو پیارے ہوئے۔ علامہ اقبال فلاسفر شاعر تھے تو قائداعظم سیاستدان۔ علامہ فکر تھے تو جناح عمل۔ جب فکر اور عمل یکجا ہوئے تو قدرت نے دنیا کے نقشے پر ایک نئی مسلمان مملکت کی پیدائش کی نوید سنا دی۔ دونوں اپنا اپنا کام کر کے اور اپنے اپنے مشن کی تکمیل کے بعد دنیا سے رخصت ہوئے۔ قدرت کو علامہ اقبال سے مسلمان عوام کی بیداری، ان میں شعور اجاگر کرنے اور قائداعظم کو ایک آزاد مسلمان مملکت کے مطالبے پر آمادہ کرنے کا کام لینا تھا جبکہ قائداعظم سے پاکستان بنانے اور مسلمانوں کے صدیوں پرانے خواب کی عملی تعبیر کا کام لینا تھا۔ دونوں سرخرو ہو کر اپنے مالک حقیقی کے پاس چلے گئے۔ پاکستانی قوم دونوں کی احسان مند ہے۔ دونوں کی قلبی محبت کے سوتے مسلمان قوم کی محبت سے پھوٹتے تھے اور دونوں کی منزل ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک آزاد خطہ زمین کا حصول تھا جہاں وہ اپنے مذہب اور ثقافت کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

1930ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے الٰہ آباد اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے علامہ اقبال مسلمانوں کی منزل کی نشاندہی کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ نہ ان کا کوئی سیاسی لیڈر ہے اور نہ ہی سیاسی جماعت لیکن جب محمد علی جناح 1933ء کے اواخر یا 1934ء کے آغاز میں جلاوطنی ترک کر کے انگلستان سے واپس ہندوستان آتے ہیں اور سیاسی سرگرمیوں کے ذریعے مسلم لیگ کے تنِ مردہ میں نئی روح پھونکنے کے لیے جد و جہد کرتے ہیں تو چند ہی برسوں میں علامہ اقبال یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں کے پاس جناح سے بہتر کوئی سیاسی راہنما نہیں۔

اقبال اور جناح

کا پاکستان

سید نذیر نیازی "اقبال کے حضور میں" کئی مقامات پر ذکر کرتے ہیں کہ علامہ اقبال، محمد علی جناح سے متاثر ہو کر فرماتے تھے کہ جناح مسلمانوں کا نجات دہندہ ہے۔ جس روز محمد علی جناح نے بندے ماترم کو کافرانہ ترانہ قرار دیا اس روز بقول نذیر نیازی علامہ بہت خوش ہوئے۔ پنجاب مسلم لیگ کے حوالے سے بھی علامہ اقبال محمد علی جناح کو مسلسل آگاہ کرتے رہے اور پھر دونوں میں ذہنی ہم آہنگی اتنی پختہ ہو گئی کہ علامہ اقبال نے محمد علی جناح کو فکری راہنمائی مہیا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی سلسلے کی فیصلہ کن کڑی وہ خطوط تھے جو علامہ اقبال نے 1936ء سے 1938ء کے دوران قائداعظم محمد علی جناح کو لکھے۔ یہ خطوط کتابی صورت میں چھپ چکے ہیں۔ بہت سے شواہد سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف دو واقعات کا حوالہ دے رہا ہوں جن سے احساس ہوتا ہے کہ علامہ اقبال، محمد علی جناح کو مسلمانوں کا واحد لیڈر سمجھتے تھے اور ان کے کردار سے حد درجہ متاثر تھے۔ یہی ان کی باہمی عقیدت اور محبت کی بنیاد تھی۔ 1936ء میں ایک روز علامہ اقبال کے ہاں محمد علی جناح کی دیانت، امانت اور قابلیت کا ذکر ہو رہا تھا تو علامہ نے فرمایا "مسٹر جناح کو خدا تعالیٰ نے ایک ایسی خوبی عطا کی ہے جو آج ہندوستان کے کسی مسلمان میں مجھے نظر نہیں آتی۔" حاضرین میں سے کسی نے پوچھا تو علامہ نے انگریزی میں کہا: He is incorruptable and unpurchaseable (بحوالہ اقبال کے خطوط جناح کے نام مرتبہ محمد جہانگیر عالم ص 24) پھر 21 جون 1937ء کے خط بنام جناح میں لکھا "اس وقت جو طوفان شمال مغربی ہندوستان اور شاید پورے ہندوستان میں برپا ہونے والا ہے اس میں صرف آپ کی ذات گرامی ہی قوم کی راہنمائی کا حق رکھتی ہے"۔ علامہ اقبال کے خطوط بنام محمد علی جناح پڑھیں تو احساس ہوتا ہے کہ کس طرح علامہ اقبال نے قائداعظم کی فکری راہنمائی کی اور انہیں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ و آزاد وطن کے قیام کا مطالبہ کرنے پر آمادہ کیا۔ تاریخ کا ذرا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ خود قائداعظم بھی اس حقیقت کے قائل تھے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا مستقبل ایک آزاد وطن کے قیام میں مضمر ہے۔ مسئلہ اس کے مطالبے کے لیے موزوں وقت کا تھا جس پر علامہ نے اپنے خطوط میں زور دیا۔

اقبال اور جناح کا پاکستان

Fateful Years میں مصنف لکھتا ہے کہ میں نے قائدِاعظم سے پوچھا "آپ کو مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ آزاد وطن کا خیال کب سوجھا؟" قائدِاعظم نے فوراً جواب دیا "1930ء۔" یہی خطبہ الٰہ آباد کا سال ہے۔ علامہ نے اپنے خط مؤرخہ 28 مئی 1937ء میں واضح کیا کہ مسلمانوں کے معاشی مسائل کا حل اسلامی شریعت کے نفاذ میں موجود ہے لیکن شریعتِ اسلام کا نفاذ ایک آزاد مسلم ریاست کے بغیر ناممکن ہے۔ مسلمانانِ ہندوستان کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ملک کو ایک یا زیادہ مسلم ریاستوں میں تقسیم کیا جائے جہاں مسلمانوں کی واضح اکثریت ہو۔ کیا آپ کی رائے میں اس مطالبہ کا وقت نہیں آ پہنچا؟ اسی پسِ منظر میں دونوں لیڈروں کے درمیان طے ہوا کہ مسلم لیگ کا اجلاس بلایا جائے۔ قائدِاعظم محمد علی جناح مسلم لیگ کا اجلاس کسی مسلمان اقلیتی صوبے میں منعقد کرنا چاہتے تھے لیکن علامہ کے مشورے پر یہ اجلاس لاہور میں منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا حتیٰ کہ علامہ نے اس اجلاس کے لیے موزوں وقت اور موسم بھی تجویز کیا۔ یہی وہ تاریخی اجلاس تھا جو مارچ 1940ء میں لاہور میں ہوا اور جس میں قراردادِ لاہور یعنی قراردادِ پاکستان منظور کی گئی۔ ان خطوط کے پیش لفظ میں قائدِاعظم نے لکھا کہ ان کے خیالات مکمل طور پر میرے خیالات سے ہم آہنگ تھے اور بالآخر ہندوستان کے دستوری مسائل کے حل کے لیے میں انہی نتائج پر پہنچا۔ یہی خیالات مسلمانوں کی متحدہ خواہش کی صورت میں آل انڈیا مسلم لیگ کے 23 مارچ 1940ء کی قرارداد میں جلوہ گر ہوئے۔ اسی پسِ منظر میں قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد قائدِاعظم نے فرمایا تھا آج اقبال زندہ ہوتے تو بہت خوش ہوتے۔ ہم نے وہی کر دکھایا جو وہ چاہتے تھے۔ دونوں کی ذہنی ہم آہنگی کا اندازہ اس سے کیجیے کہ 21 اپریل 1938ء کو علامہ اقبال کی وفات پر قائدِاعظم نے فرمایا "وہ میرے ذاتی دوست، فلاسفر اور راہنما تھے اور وہی میری ذہنی اور روحانی راہنمائی کا بڑا ذریعہ تھے۔" (قائدِاعظم کی تقاریر جلد دوم خورشید یوسفی ص 795) قراردادِ پاکستان کی منظوری کے دو دن بعد 25 مارچ 1940ء کو لاہور میں یومِ اقبال منایا گیا جس میں تقریر کرتے ہوئے قائدِاعظم نے کہا کہ اگر مجھے کسی مسلمان ریاست کی حکمرانی اور کلامِ اقبال میں انتخاب کی پیشکش کی جائے تو میں کلامِ اقبال کو حکمرانی پر ترجیح دوں گا (خورشید یوسفی ص 1188) مختصر یہ کہ تصورِ پاکستان کی تشکیل میں علامہ اقبال اور قائدِاعظم کی گہری ذہنی و فکری ہم آہنگی اور علامہ کی روحانی راہنمائی نے اہم کردار سرانجام دیا۔

؎ وطن کی خاک سے مر کر بھی ہم کو انس باقی ہے
مزا دامانِ مادر کا ہے اس مٹی کے دامن میں
(چکبست برج نرائن)

عائشہ شاہد

یومِ آزادی اور ہم

ابتداء ربِ ذوالجلال کے با برکت نام سے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ آزادی کا دن، جب میں اس لفظ کے بارے میں سوچتا ہوں تو میرے ذہن میں بہت سارے سوالات و خیالات جنم لیتے ہیں۔ آزادی کیا ہے؟ آزادی کی تعریف کچھ اس طرح ہے۔ آزادی (Independence) ایک قوم، ملک یا ریاست کی ایک حالت ہے جس میں اس کے باشندے اور آبادی یا اس کے کچھ حصے، خود حکومت کا استعمال اور زیادہ تر علاقے پر عام طور پر خود مختاری ہو۔ آزادی سے بڑی کوئی نعمت نہیں ہے۔ اس وطنِ عظیم کو حاصل کرنے کے لیے انتھک کوششیں کی اور ہمارے باپ داداؤں نے بے تحاشہ قربانیاں دی، ان کی دن رات کی محنت کے بعد یہ ملک معرضِ وجود میں آیا۔ یہ وہ ملک ہے جس کو حاصل کرنے کے بعد ہجرت کے وقت ہماری ماؤں، بہنوں کی عزت پامال کی گئی۔ یہ وہ ملک ہے جس میں آزادی کی لہر کے ساتھ لاشوں سے بھری ٹرین بھیجی گئی مگر آج جب میں اپنی نوجوان نسل کو دیکھتا ہوں تو میرا دل خون کے آنسو روتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ آزادی کے دن ہماری قوم سجدۂ شکر کرنے کی بجائے ہاتھوں میں باجے تھامے گلی محلوں میں شور مچاتے نظر آتے ہیں۔ ہماری نوجوان نسل موٹر سائیکل اور گاڑیوں کے سلنسر اتار کر شور شرابہ کرتے ہیں۔ وہ دوکاندار جو آزادی سے پہلے پرچم چند پیسوں میں بیچتا ہے اور عین اس دن وہی پرچم آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہوتا ہے اور وہ لوگ جو آزادی سے پہلے اپنے گھروں پر جھنڈیاں لگاتے ہیں، ٹھیک آزادی کا دن گزر جانے کے بعد وہی جھنڈیاں ہمیں لوگوں کے پاؤں کے نیچے اور کوڑا کرکٹ کے ڈبوں میں نظر آتی ہیں۔ ادھر میرے ذہن میں جو سب سے پہلا سوال جنم لیتا ہے وہ یہ ہے کہ آزادی کا اصل مقصد کیا تھا؟ آزادی کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی دی ہوئی قربانیوں کو یاد رکھتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی کے سامنے جھکیں اور اس کا شکر ادا کریں کہ ہمیں ایسا ملک عطا کیا گیا جس میں رہ کر ہم اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ بجائے اس کے کہ شور شرابہ کریں اور خود بھی تنگ ہوں اور دوسروں کو بھی کریں۔ لمحہ فکریہ:

میرے مزدور، اس دور کے کوہ کن
چاند میری زمین، پھول میرا وطن
میرے فوجی جواں، جراتوں کے نشاں
میرے اہلِ قلم، عظمتوں کی زباں

نور الحسین آزاد

پاکستان کیوں ضروری تھا؟

جن و انس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی عبادت اور بندگی کے لیے پیدا کیا، باقی جتنے بھی کام ہیں وہ سب کچھ بعد میں، پہلے اللہ کی عبادت کرنا چاہیے اور جو اللہ کی عبادت نہیں کرتا، اس کے سامنے جھکتا نہیں ہے، نافرمان ہے، دنیا میں اس وقت بہت سارے مذاہب موجود ہیں جو کہ باطل ہیں، صرف ایک ہی مذہب سچا ہے، وہ ہے دینِ اسلام اور اسلام کو ماننے والے، اس پر عمل کرنے والے باقی دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے منفرد اور الگ مقام رکھتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے اقتدار کے خاتمے کے بعد ہم سے آزادی چھین لی گئی تھی، ہم تخت سے تختے پر آ گئے تھے، صرف اپنی عیاشیوں اور غلطیوں کی بدولت ہم انگریز کے غلام بن چکے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حاکمیت کے علاوہ کسی اور کی حاکمیت کو قبول نہ کرنا ہماری مسلم قوم کے خون میں تھا لہٰذا مسلم قوم نے آزادی کے لیے جد و جہد کرنا شروع کر دی لیکن پھر بھی ہم جنگِ آزادی ہار گئے۔ اس وقت انگریز نے بھی برصغیر پاک و ہند کو چھوڑنا شروع کر دیا تھا اور ہم انگریزوں کی غلامی سے نکل کر ہندوؤں کی غلامی میں آ گئے جو مسلمانوں کو کسی صورت قابلِ قبول نہیں تھی، چونکہ مسلم قوم ایک الگ قوم ہے، ہماری تہذیب الگ ہے، ہمارا خدا الگ ہے، ہم ایک خدا کو پوجنے والے اور ہندو قوم ڈیڑھ کروڑ سے زائد بتوں کے سامنے اپنا سر جھکانے والے، مسلم قوم جس گائے کو ذبح کرتی ہے ہندو اسی گائے کو اپنا خدا مانتے ہیں، یہی وجہ تھی اتنے سال مسلم ہندو ایک ہی جگہ پر اکٹھے رہنے کے باوجود آپس میں گھل مل نہیں سکے، آہستہ آہستہ مسلمانوں میں شعور بیدار ہونا شروع ہوا اور مسلم سیاسی لیڈروں نے دو قومی نظریے کا نعرہ لگا کر ایک الگ اور خود مختار ریاست کے قیام کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ آج ہم اپنے وطنِ عزیز میں آزادنہ زندگی بسر کر رہے ہیں، مذہبی طور پر ہم پر کوئی دباؤ یا پابندی نہیں ہے۔ ہمارے کچھ دانشور اور ہماری نئی نسل سوال کرتی ہے کہ پاکستان کیوں بنایا گیا؟ کیوں برصغیر پاک و ہند کو توڑا گیا؟

اگر ہم اکٹھے رہتے تو اچھا تھا اس وقت کے مسلم لیڈروں نے اپنی سیاسی مفادات کے لیے برصغیر پاک و ہند کو دولخت کیا، یہ سب بے بنیاد اور حقائق کے برعکس باتیں ہیں، مسلم قوم کے لیے ایک الگ ریاست کا قیام انتہائی ضروری تھا جس کے بغیر گزرا نہیں تھا۔ آزادیٔ وطن کے 76 سال مکمل ہونے پر جشن منانے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم تاریخ کے اوراق کو پلٹ کر دیکھیں کہ برصغیر کے مسلمان قائدین نے مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن کا مطالبہ کیوں کیا تھا؟

(جاری)

پاکستان کیوں ضروری تھا؟

مطالعے کے مطابق مسلمانوں کے لیے ایک الگ ریاست کی مندرجہ ذیل بنیادی وجوہات تھیں:

1) ہندوستان کی سرزمین پر صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت رہی، جہاں ہندو (جو برصغیر میں اکثریت میں تھے) ایک طویل عرصہ تک مسلمان بادشاہوں کی رعایا رہے تھے۔ انھوں نے بعد ازاں انگریزوں کی قربت حاصل کر لی۔ انگریزوں نے بھی حکومت چونکہ مسلمانوں سے چھینی تھی اس لیے زیادہ ردِ عمل کی توقع بھی ان کی طرف سے ہی تھی۔ انگریزوں اور ہندوؤں کی قربت اس پسِ منظر میں قابلِ فہم ہے۔

2) مسلمانوں کو حکومت سے ہی محروم نہیں کیا گیا بلکہ مجموعی طور پر وسائلِ زندگی کے اعتبار سے بھی بہت کمزور کر دیا گیا تھا۔

3) ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف کئی بڑے بڑے معرکے مسلمانوں ہی نے لڑے تھے، خاص طور پر 1857ء کی جنگِ آزادی تو مسلمانوں نے ہی برپا کی تھی۔

4) مغرب سے آنے والا جمہوریت کا تصور کانگریس کو خوب بھاتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ برطانوی تصورِ جمہوریت کی مدد سے وہ برصغیر پر اپنی حکومت قائم کر سکتے ہیں اور تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کو ہندوستان میں اپنے زیرِ اقتدار رکھ سکتے ہیں۔

5) مسلمان بھی برصغیر میں کوئی معمولی اقلیت نہ تھے۔ اپنے ماضی کی تاریخ کے زیرِ اثر وہ اقلیت کا کردار قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔ ایک اندازے کے مطابق ہندوستان میں اس وقت تقریباً 40 فیصد مسلمان آباد تھے۔ بعض صوبوں میں انھیں اکثریت بھی حاصل تھی۔

6) مسلمان محسوس کرتے تھے کہ انھیں معاشی اور سماجی طور پر جان بوجھ کر پسماندہ رکھا گیا ہے۔

7) مسلمانوں کو یہ بھی احساس تھا جو ہندوستان کے طول و عرض میں پیش آنے والے واقعات کی روشنی میں درست بھی تھا کہ ہندو اپنی اجتماعی اکثریت اور مذہبی تصورات کی بنیاد پر مسلمانوں سے تعصب برتتے ہیں اور انھیں بہت سے مقامات پر اپنے مذہب پر آزادی سے عمل کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔

(جاری)

پاکستان کیوں ضروری تھا؟

8) مسلمانوں کے ممتاز رہنماؤں (جن میں قائدِاعظم محمد علی جناح بھی شامل تھے) نے پہلے مرحلے پر ہندوستان کے اتحاد اور مسلم ہندو یگانگت پر زور دیا اور ہندوستان کی وحدت کی بقا کے لیے آواز اٹھائی لیکن مسلسل تجربات کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ کانگریس کی قیادت مسلمانوں کو ان کے بنیادی حقوق دینے پر آمادہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جہاں مسلمان اکثریت میں تھے، متحدہ ہندوستان کے آخری انتخابات کے بعد حکومتوں کی تشکیل میں کانگریس نے وہاں بھی مسلمانوں کو اقتدار سے محروم رکھنے کے لیے سو طرح کے جتن کیے۔ یہی وہ اہم اور بنیادی وجوہات تھیں جس کے بعد مسلمان رہنماؤں نے آخر کار الگ مسلم ریاست کی تجویز پیش کی۔ یہ تجویز ایک آزاد، خود مختار ریاست کا تصور اختیار کرتے کرتے مختلف مراحل سے گزرتی رہی۔ اس سے پہلے اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کی داخلی خود مختاری کی تجویز بھی زیرِ غور رہی۔ تاہم جب 23 مارچ 1940ء کو قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تو برصغیر کے ہر مسلمان نے اسے اپنے دل کی آواز سمجھا۔ سات سال انتھک محنت اور کوششوں کے بعد دنیا کے نقشے پر پاکستان ایک خود مختار اور اسلامی ریاست کے طور پر نمودار ہوا۔

صرف یہی وجوہات نہیں تھیں، الگ وطن حاصل کرنے کی اور بھی بہت سارے مسائل تھے جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یقین نہیں آتا تو جاؤ جا کر بھارت میں مسلمانوں کی حالتِ زار کو دیکھو، کیسے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ کیسے مسلم قوم کی بیٹیوں کو برہنہ کر کے سرِ عام بازاروں میں گھمایا جا رہا ہے؟

مسلم قوم تو ایک طرف، بھارت میں تو کوئی دوسری قوم بھی محفوظ نہیں ہے لیکن ہمارے ان دانشوروں کو کون سمجھائے کہ الگ وطن اور اپنا وطن، اپنا ہی ہوتا ہے۔ آج پورے عالمِ اسلام میں پاکستان تمام مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز ہے، کہیں بھی کوئی ظلم ہوتا ہے مسلمانوں پر، پاکستان سب سے پہلے آواز اٹھاتا ہے۔

مانتا ہوں میں ہمارے نااہل اور کرپٹ حکمرانوں کی وجہ سے ہمیں بہت ساری مشکلات کا سامنا ہے لیکن پھر بھی یہ وطن ہمارا ہے اور ہم اس کے پاسبان ہیں۔

پاکستان زندہ آباد!

حافظ نبیل عابد

اقبال اور جناح کا پاکستان

اقبال اور جناح تاریخ کے وہ عظیم کردار ہیں جنہیں قدرت کی طرف سے دیدۂ بینا عطا ہوئی تھی۔ دونوں نگۂ بلند کے مالک تھے۔ وقت کے بدلتے ہوئے دھارے کو سمجھ گئے تھے۔ جان گئے تھے اب تو وقار اور حمیت کو خطرہ ہے۔ ان اکابرین نے معاملات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے جد و جہد کا رخ آزاد ریاست کے حصول کی طرف موڑ دیا۔ ان کے ساتھ وقت کے اکابرین کی بھر پور کاوش موجود تھی۔ مستقبل میں پیش آنے والے معاملات اور مسائل کو جان گئے تھے۔

تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ کتنی بیش قیمت قربانیوں کے بعد اس ملک کا حصول ممکن ہوا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ کس طرح جان و مال اور عزت کی قربانیاں دی گئیں۔ جس طرح ہر شخص کے کیے کی سزا اور جزا ہوتی ہے اور جن لوگوں نے قربانیاں دیں وہ اپنی جزا پا گئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ حالات میں پاکستان کی کیا صورتحال ہے، تو یہ بعد میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آنے والی نسلیں پاکستان کی اس طرح حفاظت نہیں کر سکیں جیسا کہ اس کا حق تھا۔ ہمارے تمام پالیسی سازوں نے ایسی پالیسیاں بنائیں جن کی وجہ سے ہمارا ملک ہر شعبے میں تنزلی کی طرف جاتا رہا۔

تعلیم پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ اسے بدقسمتی کہیں، پالیسی بنانے والوں کی مکاری ظاہر ہے۔ ترقی ہو یا تنزل خود بخود نہیں آتا۔ تنزلی اور ترقی دونوں کے راستوں کا انتخاب آپ کی نیت اور اعمال کرتے ہیں۔

آج ہم تاریخ کے اس نازک موڑ پر کھڑے ہیں جہاں پر معیشت دگرگوں ہے۔ نئی نسل بیرونِ ملک مستقل قیام کے لیے پر تول رہی ہے بلکہ بہت سے لوگ تو جا بھی چکے ہیں۔ ہمارے سامنے نہ صرف پالیسی سازوں کی مکاری آئی بلکہ میڈیا نے بھی اس میں بھرپور کردار ادا کیا ہے، منفی مواد کی تشہیر اور منفی رجحانات کا سبب بنی۔ رہی سہی کسر یونیورسٹیوں میں ایسے اساتذہ نے پوری کر دی جو پاکستان کے قیام اور اس کی بنیاد کے بارے میں بھی شکوک و شبہات کا اظہار کر کے بچوں کے پیر اکھاڑ رہے ہیں۔ یقیناً یہ وہ پاکستان نہیں جس کا خواب جناح اور اقبال نے دیکھا تھا یا جس کے لیے جد و جہد کی گئی تھی۔ یہ نوحہ اب سنانے والا نہیں بلکہ پھر سے کچھ کر گزرنے کا ہے۔

ہم چاہیں تو مایوسی کے اندھیرے دور کر کے امید کی شمع روشن کر سکتے ہیں۔ جو کرنا ہے ہم ہی نے کرنا ہے۔
اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے۔
آیئے آگے بڑھیں اور ہر شعبے میں ایمانداری سے مستعد ہوں اور اپنی اور قوم کی تقدیر بدل دیں۔

؎ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

افشین شہریار

پاکستان کا مطلب کیا لا الہٰ الا اللہ

"پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" یہ فقط ایک نعرہ نہیں ہے، یہ ایک مسلمان کی زندگی کا شعار ہے، اس کی پہچان ہے جس سے اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی عکاسی ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا دستورِ زندگی ہے جو پاکستان کے وجود میں آنے کی وجہ بنا۔ جس کی بدولت دین کو فراخی ملی۔

بخاری اور مسلم شریف کی مستند احادیث میں آتا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی علی علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہند کی جانب سے مجھے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے۔"

بقولِ اقبال:

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

غور کریں، وہ ہستی جو ہمارے دلوں کی ٹھنڈک ہے صلی علی علیہ وسلم سے سر زمینِ ہند سے بادِ صبا کے ٹھنڈے جھونکے محسوس ہوئے تو یہ کس بات کی نوید تھی؟ درحقیقت آج ہم جان چکے کہ اس زمیں پر ایک ایسا گلستاں اگایا جانا تھا جس کی فضاؤں میں توحیدِ الٰہی کی اشاعت اور دینِ اسلام کی سر بلندی کی نوید سنائی جانے والی تھی۔ یہ وہ کلمۂ حق ہے جس کا نعرہ سکولز، کالجز میں تو بآوازِ بلند لگایا جاتا ہے مگر اس کا مطلب اور حق، اس کی اصل ہم بھول چکے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج امت مسلمہ اپنے مقصدِ زندگی سے کہیں دور ہو چکی ہے۔

باقی صرف ہمارے پاس یہ نعرہ ہی بچا جس بنیاد پہ ملک الگ ہوا وہ مقصد کہیں کھو چکا ہے۔ جب پاکستان بنانے کے لیے یہ نعرہ سر بلند کیا گیا آج پھر سے اسی جذبے کے ساتھ مل کر ہمیں اس نعرے کی اصل پہ واپس آنے کی ضرورت ہے آج اس امر کی ضرورت ہے کہ پاکستان میں اس نعرے کی اصل حقیقت پہ واپس آیا جائے اور اس مقصد کو پایۂ تکمیل پہ پہنچایا جائے۔ ہمیں اپنے ایمان اور عقیدے کی بقا کے لیے اس کو زندہ رکھنے کے لیے کام کرنا ہو گا۔

یہ کلمۂ حق ہی ہماری بقا ہے، یہ ہی فلاح کا مرکز ہے۔ اگر اس کے مقصد کو زندہ رکھیں گے تبھی دنیا و آخرت میں فلاح سے ہمکنار ہو سکیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اپنے اصل مقصد سے روشنائی کروائیں، اس کو زندہ کرنے، اس پہ عمل کرنے کی توفیق دیں۔ آمین یا رب العالمین!

کائنات ارشد

اقبال اور جناح

کا پاکستان

پاکستان کے وجود پزیر ہونے میں سر علامہ اقبال اور بیرسٹر محمد علی جناح وہ دو عظیم شخصیات ہیں جن کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ محمد علی جناح کی انتھک اور جاں گسل محنت اور علامہ اقبال کی فکر و سوچ اور شاعری نے مسلم قوم کی روحوں میں وہ تڑپ پیدا کی جس نے مسلمانوں کی سوچ میں ایک جدت پیدا کی اور مایوسی کے شیطان سے آزاد کیا۔

پیدائش: علامہ اقبال اور قائد اعظم ہم عصر تھے۔ علامہ اقبال 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور قائداعظم سے ساڑھے دس مہینے چھوٹے تھے۔ قائداعظم 25 دسمبر 1876ء کو پیدا ہوئے۔ ان کی جائے ولادت کے بارے میں محقق مختلف آرا کے حامل ہیں عام طور پر تو کراچی بتایا جاتا ہے مگر حیدرآباد یونیورسٹی کے ساتھ ملحق انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی کے محققین کا فیصلہ ہے کہ ٹھٹھہ کے قریب جھرک کے کے مقام پر ہوئی۔ خاندانی پسِ منظر کے اعتبار سے علامہ اقبال بالاتفاق ایک کشمیری پنڈت تھے مگر جناح کے خاندانی پسِ منظر کے بارے میں اختلاف ہے کہا جاتا ہے کہ آپ اسماعیلی خوجے تھے مگر جناح کے بقول آپ منٹگمری کے علاقے کے ایک راجپوت خاندان سے ہیں۔ علامہ صاحب ایک مذہبی خاندان سے تعلق رکھتے تھے ان کے والد شیخ نور محمد صوفیانہ مزاج اور صوم صلوۃ کے پابند تھے ابتدائی تعلیم کے مراحل میر حسن کاشمیری کے زیرِ نظر طے کیے۔ قائداعظم کے والد پونجا جناح چمڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ جناح نے سولہ سال کی عمر میں میٹرک کیا اور انگلستان سے بیس سال کی عمر میں بیرسٹری کر کے واپس آ گئے بہت ذی شعور اور زیرک آدمی تھے۔

سعیِ قائد: 1915ء میں بمبئی اور 1916ء میں لکھنؤ میں ہونے والے اجلاس میں پہلی مرتبہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے اس مطالبے کو تسلیم کیا کہ انتخابات جدا گانہ اصول پر ہوں گے اور ان کو ان کی آبادی کے لحاظ سے سیٹیں ملیں گی یہ قائد کی اہم جیت تھی۔ مسٹر جناح نے 1906ء میں قائم ہونے والی مسلم لیگ میں شمولیت اسلئے اختیار نہیں کی کہ اس کا مقصد اور نصب العین بلند نہیں صرف انگریزوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا ہے اور کانگریس کو منتخب کیا مگر مولانا محمد علی جوہر کے کہنے پر آپ نے مسلم لیگ اختیار کی مگر کانگریس کو بھی ترک نہ کیا یعنی 1920ء تک دوہری رکنیت اختیار کیے رکھی اس مقصد سے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت کی جائے مگر ہر قدم پر قائد کو مایوسی کے بت نے گھیرے رکھا۔ 1918ء میں تحریکِ خلافت نے جنم لیا جس کا مقصد عالمی سطح پر ہونے والی سازشوں کا قلع قمع کرنا تھا اور وہ سازش یہ تھی کہ خلافتِ عثمانیہ کو برطانیہ کے ذریعے ختم کیا جائے اس تحریک میں ہندو اور ہندو لیڈر مہاتما گاندھی نے بھی مسلمانوں کا بھرپور ساتھ دیا مگر 1924ء میں مصطفی کمال پاشا نے خود اس خلافت کو تار تار کر دیا۔ 1928ء میں نہرو رپورٹ شائع ہونے سے مسلمانوں پر یہ عقدہ کھلا کہ ہندو کسی بھی صورت مسلمانوں کو کوئی حیثیت دینے پہ راضی نہیں مگر قائد نے اپنی سعی جاری رکھتے ہوئے ایک خاکہ تجاویزِ دہلی کے نام سے اور اپنے چودہ نکات بھی پیش کیے مگر رد کر دیے گئے نتیجہ میں قائد انتہائی دل برداشتہ ہو کر 1931ء میں انگلستان چلے گئے۔

(جاری)

کا پاکستان

سعیِ اقبال: ہندوستان میں وطنی قومیت جنم لے چکی تھی لوگ بندے ماترم کا نعرہ الاپ رہے تھے یعنی ہم بھارت ماتا کے بندے ہیں برہمو سماج ادارہ وجود پذیر ہوا اس مقصد سے کہ اللہ کو ہی سب مانتے ہیں بس نام جدا جدا رکھ لیے ہیں کوئی اللہ، کوئی God اور کوئی بھگوان جبکہ شریعت (معاذاللہ) فساد کی جڑ ہے۔ اقبال نے اس وطنی قومیت کا قلع قمع کیا اور بتایا کہ اسلام میں شریعت کی کیا اہمیت ہے بقولِ اقبال:

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بو لہبی است

اس کے بعد 1930ء میں خطبہ الہ آباد اقبال کا مسلمانوں کی روحوں کو گرمانے اور الگ ریاست کا مطالبہ کرنے کے لیے راستہ ہموار کرنا بھی مقدم ہے اقبال کی پیشن گوئی کے الفاظ تھے "لہٰذا میں ہندوستان اور اسلام کے بہترین مفاد کے لیے ایک الگ ریاست کا مطالبہ کرتا ہوں"۔ اقبال کا یہ بھی کہنا تھا کہ اسلام کے رخ پر جو بدنما داغ پڑ چکے ہیں ان کا صفایا کر کے اسلام کا اصل اور روشن چہرہ سامنے لایا جائے یعنی خلافتِ راشدہ کے قوانین و اصول متعارف کروائے جائیں اور ان کو اپنایا جائے اور اسی چیز نے مسلم لیگ کے اندر ایک نئی پر مسرت لہر اور جذبہ پیدا کیا۔

قائد و اقبال کی ملاقات: 1932ء میں اقبال کی مسٹر جناح سے ملاقات ہوئی اور اقبال نے قائد کے ذہن و قلب میں بھی یہی چیز داخل کی کہ احیاءِ اسلام کو فروغ دیں اور اسی کو مقدم رکھیں جس کا مثبت نتیجہ یہ نکلا کہ جناح 1934ء کو ہندوستان واپس آ گئے اور مسلم لیگ کی داغ بیل سنبھالی اور 1938ء سے لے کر 1948ء تک جناح نے یہی راگ الاپا کہ اسلام فقط مذہب نہیں ایک دین ہے اور اسی کے ذریعے مسلمان اپنی زندگیوں کو راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔

تصورِ قائد: مسلم لیگ کی داغ بیل سنبھالنے کے بعد جناح نے احیاءِ اسلام کو بہت فروغ دیا اور اسی کا راگ الاپا۔ 11 جنوری 1938ء کو ریلوے سٹیشن (بہار) کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے قائد نے کہا "آج اس اجتماع میں آپ نے مجھے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرانے کا اعزاز بخشا ہے۔ یہ جھنڈا در حقیقت اسلام کا جھنڈا ہے کیونکہ آپ مسلم لیگ کو اسلام سے جدا نہیں کر سکتے۔ ہندو لوگ ہمیں غلط سمجھتے ہیں جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں یا کہتے ہیں کہ یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم مذہب کو سیاست میں داخل کر رہے ہیں حالانکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو ہم اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ اسلام ہمیں مکمل ضابطۂ حیات دیتا ہے۔ یہ نہ صرف ایک مذہب ہے بلکہ یہ ہمیں قوانین فلسفہ اور سیاست سب کچھ دیتا ہے۔ اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی ایک آدمی کو صبح شام ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں تو ایک کامل لفظ کی حیثیت سے لیتے ہیں۔ ہمارا کوئی غلط مقصد نہیں بلکہ ہمارے اسلامی ضابطہ کی بنیاد آزادی عدل و مساوات اور اخوت ہے۔" اسلام کا پرچار کرنے کے ساتھ ساتھ قائد نے اقلیتوں کو بھی ان کے حقوق کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی۔

اقبال اور جناح کا پاکستان

قائد کا کہنا تھا کہ "آپ آزاد ہیں آپ کو اپنے معبدوں میں جانے کی اجازت ہے۔ پاکستان کی اس ریاست میں آپ کو اپنی مساجد یا کسی بھی عبادت خانے میں جانے کی آزادی ہے۔"
قائداعظم جیسا زیرک و دانا انسان چاہے وضع قطع سے اسلامی نظر نہیں آتا تھا مگر اسلام اور قوانینِ اسلام سے بخوبی واقف تھا اور قائد اعظم کی وفات سے دو تین دن قبل پروفیسر ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے ملاقات کے وقت قائد نے کہا: "تم جانتے ہو کہ جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے۔ یہ کام انتہائی کٹھن تھا اور میں اکیلا پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ محمدؐ عربی کا روحانی فیض میرا راہنما تھا اور پاکستان وجود میں آیا۔ اب پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے اسلام کے قوانین سے آراستہ کریں تا کہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلم امہ کو زمین کی بادشاہت دے۔"
اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ظاہری شکل و صورت سے کچھ اور نظر آنے والا انسان ایمان کا کس قدر پختہ تھا۔ برطانیہ کے وفد کا ایک رکن مسٹر سورن سن (Sorenson) اپنی کتاب my impression of India میں قائد کے متعلق لکھتا ہے کہ Mr Jinnah is the sword of Islam resting in a secular scabbard یعنی مسٹر جناح اسلام کی تیغ ہے اور جس نیام میں یہ تلوار ہے اس میں سیکولر رنگ موجود ہے۔
قائداعظم اور اقبال کے تصور کو اللہ نے رنگ دیا اور بلآخر 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آیا اور اس میں کوئی شک نہیں اقبال و قائد کے تصورات اور جد و جہد نے مسلمانوں کے لیے اور اس پاک خطہ کے لیے بہت اہم کام سرانجام دیا اور ان دو عظیم ترین شخصیات کو شریکِ بانیانِ پاکستان کہنے میں بھی ہمیں فخر ہے۔

بلال فانی

میرے پیارے وطن، اے بہارِ چمن
تو سلامت رہے، تا قیامت وطن

میرے اسلاف کی محنتوں کا صلہ
میرے اجداد کے تو لہو سے ملا
آنچ آنے نہ دوں گا اے پیارے وطن
ہر گھڑی تو رہے با حفاظت وطن

بوئے گل، برگ و بوٹے، یہ شمس و قمر
تجھ پہ ہر دم ہو قرباں یہ جان و جگر
سر بلندی میں تیری رہوں سر بکف
رفعتوں میں ہو تیری کرامت وطن

سندھ، پنجاب، بولان، آنِ وطن
پیارے پختون خواہ تو ہے شانِ وطن
تجھ پہ قرباں کروں جان اپنی وطن
ہے شہادت یہ میری سعادت وطن

سبز پرچم فضاؤں میں لہرا دیا
سرحدوں پہ تری سخت پہرہ دیا
فوج تیری بہادر ہے پیارے وطن
ساری دنیا پہ تیری امامت وطن

بچے، بوڑھے، جواں تجھ پہ سب ہیں فدا
تو سلامت رہے اے وطن جانِ جاں
اے وطن، اے چمن، چاند تارے علم
تیرا دشمن سدا ہو ملامت وطن

اے وطن تجھ کو عفتؔ بچا کے رکھے
دھرتی تیری گلوں سے سجا کے رکھے
تو مہکتا رہے، باغبانِ چمن
میرے رب کی ہو تجھ پر عنایت وطن

عفت خان

قیامِ پاکستان
کیوں ضروری تھا

اسلامی جوش و جذبے سے لبریز ایک نوجوان نے جب برصغیر کی سرزمین پر فتح کا قدم رکھا تو ظالم کافروں کے دلوں پر ایک مسلمان مجاہد کے رعب و دبدبے سے لرزہ طاری ہو گیا۔وہ سترہ سالہ نوجوان محمد بن قاسم کے نام سے مشہور تھا جس کی فوج نے تجربہ کار اور جنگ و جدل میں ماہر راجہ داہر کی فوج کو ان کی اپنی ہی زمین پر شکست دے کر یہاں اسلام کا پرچم لہرایا۔ محمد بن قاسم کے حسن و انتظام اور حسن و سلوک کو دیکھ کر سندھ کے بہت سے خاندان مسلمان ہو گئے۔ قائدِاعظم محمد علی جناح کے مطابق "پاکستان اسی دن معرضِ وجود میں آ گیا تھا جس دن پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا"۔ ظاہر ہے ایک شخص نے بتوں کی پرستش چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود بنا لیا تو اس نے ان تمام رسومات، تہذیب و ثقافت کو چھوڑ کر اسلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ اسلام اور ہندو دو الگ نظریے ہیں، مسلمانوں نے محمود غزنوی اور قطب الدین ایبک سے لے کر اب تک اپنی پہچان برقرار رکھی کیونکہ ان کے پاس ایک دن، ایک قرآن، ایک رب، ایک رسول اور ایک اصولِ زندگی ہے۔ اس کے برعکس ہندو مذہب محض رسم و رواج اور وہم و گمان کا مجموعہ ہے اور وہ اس کو اپنی عبادت سمجھ کر عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اسلام اور ہندو دو مختلف مذاہب نہیں بلکہ دو مختلف نظریات، دو مختلف معاشرتی نظام ہیں۔ قائدِاعظم محمد علی جناح نے لاہور کے اقبال پارک میں 1940ء کو لاکھوں کے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا "میں واضح الفاظ میں کہتا ہوں کہ مسلمان اور ہندو دو مختلف تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی جو ایک دوسرے کی ضد ہیں بلکہ اکثر تصادم رکھتے ہیں۔ اسلام مساوات کا درس دیتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے اپنے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع ارشاد فرمایا "کسی کالے کو کسی گورے پر، کسی گورے کو کسی کالے پر، کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔" مگر ہندو مذہب میں طبقاتی تقسیم پائی جاتی ہے اونچی ذات والوں کو برہمن، نچلی ذات والوں کو شودر کہا جاتا ہے۔ شودر ذات کی کوئی اہمیت نہیں یہاں تک کہ ان کے کھانے کے برتنوں میں کھانا کھانا برہمن اپنی شایانِ شان نہیں سمجھتے اور شودر ذات کو ذلیل ذات کی حثیت سے معاشرے میں رہنے کی اجازت ہے۔ برصغیر میں اردو ہندی تنازعہ اس قدر بڑھ چکا تھا کہ بہت سے مسلمانوں کو اس بنیاد پر تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ زبان کے باعث بھی مسلمانوں کا برصغیر میں رہنا دشوار تھا۔ مسلمان گائے کا گوشت کھاتے ہیں اورہندو اسے اپنی ماں کا درجہ دیتے ہیں۔ علامہ اقبال نے قوم کی زندگی کی بقاء جب مذہب میں بتائی تو مسلمانوں کے شعور کو مزید تقویت ملی۔ مسلمانوں کو زبردستی گائے کی پوجا کرنے، رام رام کے زبردستی نعرے لگانے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی بہنوں ،بیٹیوں کو زبردستی اٹھا کر ہندو لے جاتے ان کی عزتوں کو نیلام کرتے۔ مساجد میں دوران نماز سور کا گوشت پھینکتے، تالیاں بجاتے، سیٹیاں مارتے، کتوں کو مساجد میں چھوڑ دیتے۔ غرض ہر طرح مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا تھا۔ ماؤں کے سامنے بیٹیوں کی عزتوں کو نوچا گیا، ماؤں کے لال زندہ درگور کر دیے گئے۔ بہنوں نے بھائی، ماؤں نے بچے تقریباً ہر انسان نے اپنے سے جڑے رشتوں کی قربانی دی۔ لوگ کہتے ہیں قیامِ پاکستان کیوں ضروری تھا؟ مسلمانوں کے اپنے اسلام کی بقاء کے لیے پاکستان ضروری تھا۔ یہ پاکستان یوں ہی نہیں بنا، سینکڑوں لوگوں کی قربانیوں، علامہ اقبال کے عظیم خواب، قائدِاعظم کی انتھک محنتوں، مسلمانوں کے جوش وجذبے، پاکستانی ماؤں کی دعا سے مل کر بنا ہے یہ پاکستان۔

قراۃالعین شفیق

یومِ آزادی اور ہم

پاکستانی قوم ہر سال یوم آزادی مناتی آرہی ہے۔ آزادی کا دن اقوام اور ممالک کی تاریخ کا اہم ترین دن ہوتا ہے۔ اس دن نئی امنگوں کے ساتھ ایک سفر شروع کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے تصور کی نظریاتی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ بر صغیر میں دو قومیں آباد ہیں، ہندو اور مسلمان، جنہیں سماجی تاریخ، مکانی قرب اور ایک ہی ماحول کی سکونت بھی گھلا ملا نہیں سکی۔ یومِ آزادی کے تناظر میں یہ عظیم دن پاکستانی قوم سے کیا تقاضے رکھتا ہے اور ان تقاضوں کی تکمیل کے ضمن میں ہماری بحثیت ایک قوم کیا ترجیحات اور ذمہ داریاں ہیں۔ ان عوامل کو پورے سیاق و سباق کے ساتھ اجاگر کرنے کی جتنی ضرورت آج ہے، شاید اتنی کبھی پہلے نہ تھی۔

یہ وہ واحد ریاست ہے جو اسلام کے نام پر ریاستِ مدینہ کے بعد معرض وجود میں آئی۔ جس کا مطلب ہی لا الہ الا اللہ ہے۔ یہ ایک زمین کا ٹکڑا نہیں بلکہ اسلامی تجربہ گاہ ہے جہاں ہم اسلام کو نظامِ زندگی کے طور پر اپنا سکیں گے اور اپنی زندگیاں قرآن و سنت کے مطابق گزاریں گے۔ صدی کے اس عرصے میں ان مقاصد کے حصول اور پاکستان کو ایک مثالی ریاست بنانے میں ہم کس قدر کامیاب ہوئے ہیں، یہ سوال صرف حکمرانوں سے نہیں بطور شہری ہم میں سے ہر ایک کو خود سے بھی پوچھنا چاہیے کیونکہ مثالی ریاست کا قیام صرف حکمرانوں کے کرنے کا کام نہیں، فی الحقیقت ہر شہری اس کے لیے اپنی سطح پر ذمہ دار ہے۔

اس دن کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہماری موجودہ نسل کو مملکتِ خداداد پاکستان کے قیام کے پسِ منظر سے پوری طرح روشناس کرانے کی بہت سخت ضرورت ہے۔ انہیں اس بات کا کامل ادراک ہونا چاہیے کہ آزادی سے پہلے ہم تمام کلمہ گو مسلمان مرد، عورتیں اور بچے سب کے سب غیر مسلموں کے قبضے میں تھے۔ ہماری تہذیب و تمدن، ہماری ثقافت و شرافت، ہماری عزت و ناموس، ہمارا قرآن، ہمارا ایمان، ہمارا اسلام، سرورِ کائناتؐ کا پیغامِ تزک و احتشام، تمام کا تمام غیر مسلموں اور استبدادی طاقتوں کا غلام تھا۔ پاکیزہ و غیر پاکیزہ معاشرے کا باہمی ادغام تھا، مسلمانوں کے لیے باعثِ غم و آلام تھا۔

ہماری نوجوان نسل کو یہ باور کرانا ہو گا کہ انگریز دور میں برصغیر میں ہر طرف ظلم و ستم کا بازار گرم تھا۔ حاکم ظالم تھے۔ ہر بات ان کے رحم و کرم پر تھی۔ ہماری نہ معیشت تھی نہ تجارت تھی۔

اس لیے ہمیں بحیثیت قوم اپنی صلاحیتوں پر پورا بھروسہ رکھنا ہو گا اور قوم کو موجودہ مسائل و مشکلات کی گرداب سے نکالنے کے لیے حکمتِ عملی کے ساتھ مسلسل کوشش کرتے رہنا ہو گی اور ساتھ ہی ساتھ ہم نے اس بات کو بھی یقینی بنانا ہو گا کہ ہم اپنی بلند نظری اور وسعتِ قلبی سے اپنے ملک میں بسنے والے ہر باشندے سے رواداری، صبر و تحمل، محبت و ایثار کے ساتھ رہیں گے۔ یہی اس دن کا تقاضا اور یومِ آزادی منانے کی اصل روح ہے۔ اجتماعی کو انفرادی مفادات پر ترجیح دیے بغیر حقیقی ترقی کی منزل حاصل نہیں کی جا سکتی۔

اقصیٰ شفیق

یومِ آزادی اور ہم

بحیثیت ایک آزاد شہری آج اللہ پاک کی ذات کا اور اپنے بزرگوں کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہے کہ ہم ایک آزاد ریاست میں سانس لے رہے ہیں لیکن کاش کہ ہم اس آزاد ریاست میں سانس لینے کے ساتھ ساتھ جی بھی رہے ہوتے آزاد ریاست میں سانس لینے اور جینے میں بہت فرق ہے ہمارے بزرگوں نے اپنا فرض ادا کیا اور ہمیں ایک آزاد فضا دی کی ہم اس مملکت میں اپنے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کریں۔ قرآن ہمارا حقیقی معنوں میں آئین ہو، چور کی سزا ہاتھ کاٹ دینا، قتل کے بدلے قتل، عزت کے بدلے عزت، مال کے بدلے مال، لیکن افسوس کہ یہاں تو آئین ہے ہی نہیں، یہاں تو کوئی اصول سرے سے نہیں، جس کے ہاتھ جتنا لگا اس نے اتنا نچوڑا اس ملکِ پاکستان کو ہائے میرا پیار پاکستان۔ آج ہماری بیٹیوں کی عزت تعلیمی اداروں تک میں تو محفوظ نہیں اور ان بیٹیوں کی عزت کو پامال کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ ایک اسلامک سکالر عربی میں پی ایچ ڈی کر رکھی۔
اب چلتے ہیں ملک کے مزید سرکاری محکموں کی طرف ہسپتالوں کی مثال لیتے آنکھوں کے سرکاری ڈاکٹر کے پاس گئے تو سرسری سا چیک اپ کیا اور یہ کہ کر جلدی سے دو لکیریں ماری پرچی پر کہ شام کو میرے کلینک آنا وہاں چیک اپ تسلی سے ہو گا۔ سوال یہ ہے کہ سرکاری ہسپتالوں میں چیک اپ تسلی سے کیوں نہیں ہو سکا کیا ان ڈاکٹروں کو تنخواہیں پوری نہیں ملتی یا وقت پر نہیں ملتی جو یہ ہمارے پیارے ملک کی غریب عوام کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں۔ جس بھی محکمے میں جاؤ پہلے وہ چائے پانی کا بولتے پھر آدھا دن ان کا انتظار فرمائیں اور آدھے دن کے بعد پتہ چلتا کہ صاحب چھٹی پر ہیں۔ یہ ہے جی ہمارے پیارے وطن کی آزاد ریاست میں آزادی کی سانس۔ آزاد فضا میں جینا کسے کہتے ہیں؟
جینا کہ جب کوئی بیٹی گھر سے تعلیم کے لیے یا نوکری کے لیے یا گھر کے کام کاج کے لیے نکلے تو بلا خوف و خطر نکلے۔ کوئی بھی سرکاری نوکری محض اس لیے نہ کرے کہ میرا مستقبل محفوظ ہو جائے گا تنخواہ ملے اور پینشن اور میرا فرض پورا۔ ہم کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے۔ بی اے کیا نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے۔ ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے والے حکمران نہیں بلکہ اس ملک کی عوام ہوتی ہے کہ یہ اپنے اپنے کام پوری ذمہ داری کے ساتھ کریں جس دن پاکستان کی عوام کو یہ شعور حاصل ہو جائے گا پاکستان ترقی کی راہ پر چل پڑے گا۔

خدا کرے وہ بہار آئے
جو سارے قرض اتار آئے
میرے وطن کے نصیب میں بھی
سکون، راحت، قرار آئے

آمین یا رب العالمین!

ثریا بنتِ احمد

یومِ آزادی اور ہم

(کہانی)

ارے یہ احمد کیوں رو رہا ہے؟ کیا ہوا ہے اس کو؟ بلقیس کہاں ہو؟ بچے نے رو رو کر اپنی حالت خراب کی ہوئی ہے۔ احمد کی دادی نور جہاں بیگم نے اپنی بہو بلقیس کو آواز دی۔
امی! یہ صبح سے ضد کر رہا تھا سلمان سے، بازار جانے کی، اسے جشنِ آزادی کی تیاری کرنی ہے۔
ہاں تو کیا ہوا، سلمان کے پاس وقت نہیں ہے تو تم لے جاؤ۔ پر ایسے منع کر کے بچے کا دل تو نہ توڑو۔
یہی تو عمر ہوتی ہے پھر بڑے ہو کر انسان کے پاس اپنے ملک اور بزرگوں کے لیے وقت ہی کہاں ہوتا ہے۔ نور جہاں بیگم نے ایک سرد آہ بھری!
امی وقت کی بات نہیں ہے، بس آج کل ملکی حالات کی وجہ سے سلمان کافی پریشان ہیں اس لیے وہ منع کر رہے تھے۔ احمد جو ان کی باتیں سن رہا تھا اپنی دادی کی گود میں آ بیٹھا اور بتانے لگا کہ دادی جان میں نے ابو سے کہا تھا، پر انہوں نے منع کر دیا وہ کہہ رہے ہیں اس دفعہ ہم کوئی جشنِ آزادی نہیں منائیں گے۔
دادی جان! ابو ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ کیا ہم اب کبھی جھنڈا نہیں لگائیں گے؟
نہیں میرے بیٹے ہم جشنِ آزادی ضرور منائیں گے تم پریشان نہ ہو۔ اگر تمہارے ابو تمہیں بازار نہیں لے کر جائیں گے تو میں آپ کے ساتھ بازار چلی جاؤں گی۔ بس تم اپنے آنسوں صاف کرو، نور جہاں بیگم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
سچ دادی اماں! آپ بہت اچھی ہیں۔ احمد نے اپنی دادی کے گلے میں بانہیں ڈال کر بڑے لاڈ سے کہا اور مسکراتا ہوا اپنے دوستوں کے ساتھ باہر کھیلنے نکل گیا۔
شام میں سلمان آیا تو نور جہاں نے اس کے دروازے پر دستک دی۔ بلقیس کو پہلے ہی معلوم تھا کہ احمد کی دادی نے کس بارے میں بات کرنی ہے۔ وہ احمد کو لے کر کمرے سے باہر نکل گئی تاکہ ماں بیٹا آرام سے بات کر لیں۔
السلام علیکم امی! کیا بات تھی؟ مجھے بلا لیا ہوتا میں خود آ جاتا۔
وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! نہیں بیٹا، بات تو اہم ہے پر شاید تمہارے لیے نہ ہو۔ اس لیے خود آنا پڑا۔
جی بتائیں امی جان! کیا بات ہے؟
احمد بتا رہا تھا کہ تم نے اسے جھنڈا اور جھنڈیاں لگانے سے روک دیا ہے! میں وجہ جان سکتی ہوں؟

(جاری)

یومِ آزادی اور ہم

(کہانی)

امی جب ہم اصل معنوں میں آزاد ہی نہیں ہیں تو کہاں کی آزادی اور کس بات کا جشن؟ آج بھی ہمارے ذہن غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نہ اس ملک میں کوئی قانون ہے اور نہ ہی کوئی قانون کی پاسداری ہے۔ مہنگائی، غربت، جہالت، بدعنوانی، دہشت گردی اور انسانی حقوق کی پامالی سب عام ہو گیا ہے۔
ایسے ملک میں رہتے ہوئے کوئی کیسے آزادی کا جشن منا سکتا ہے؟ آپ ہی مجھے بتائیں!
بیٹا تمہاری ہر بات اپنی جگہ درست ہے پر کیا 8 سالہ احمد تمہاری یہ باتیں سمجھ سکتا ہے؟
یہ یاد ہے تم کو؟ نور جہاں بیگم نے اپنے دوپٹے میں سے ایک بوسیدہ کپڑے کا ٹکڑا نکال کر سلمان کے سامنے رکھ دیا۔
بیٹا اگر میں نے تب تمہیں اپنی بیوگی کی مجبوری، گھر کے فاقوں کا رونا یا حالات کی ستم ظریفی کی طویل داستان سنائی ہوتی تو تم اس وقت سمجھ جاتے؟ جب کہ تم تو احمد سے 2 سال بڑے تھے اس وقت۔ اور بیٹا یاد رکھنا "آزادی کی ایک سانس غلامی میں عیش سے گزارے ہزاروں سالوں سے بہتر ہے۔" تم کو مذہبی آزادی ہے تم اپنی رسومات ادا کرنے میں آزاد ہو۔ تم کو معاشی آزادی ہے۔ تم کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام لینے پر کسی قسم کا ڈر نہیں ہے۔ تمہاری مسجدیں آذان دینے کے لیے آزاد ہیں، ہاں تم لوگوں میں ایمانی طاقت نہیں جو تمہاری مصروف زندگی میں سے کچھ وقت نکال کر تم کو مسجدوں تک لے جائے۔ تمہاری عورتیں پردہ کرنے کے لیے لڑ نہیں رہی، ہاں البتہ وہ خود نہ کرنا چاہیں تو کوئی کیا کر سکتا ہے؟ تمہاری زبان آزاد ہے، مگر تم خود دوسری زبانوں میں ترقی تلاش کرو تو تمہاری ترقی کے راستے میں کون حائل ہے؟ تمہاری خود کی ایک شناخت ہے۔ تمہاری تہذیب، رہن سہن، رسومات اور تمہارے ادب کو کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ تمہارا سماجی بائکاٹ نہیں کیا جاتا۔ تمہارے وجود کو شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور بھی بہت کچھ ہے، بہت کچھ، مگر شاید اب تم میں حب الوطنی کی وہ روح باقی نہیں ہے جو ایک اچھا پاکستانی ہونے کے لیے ضروری ہے اور نہ ملک پاکستان کے لیے وہ ولولہ اور جذبہ جو تم کو آزادی کی قدر کرنا سیکھا سکے۔ بس اتنا کہوں گی کہ احمد کو لے جانا وہ ابھی بہت چھوٹا ہے اس میں حب الوطنی کی روح اتنی جلدی نہیں مرنی چاہیے۔

(جاری)

یومِ آزادی اور ہم

(کہانی)

نور جہاں بیگم کے جانے کے بعد اس نے وہ کپڑا کھولا تو ماضی کے جھروکوں سے اس کا بچپن اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اسے یاد آیا کہ آج سے 35 سال قبل، گلی کے سبھی گھروں میں جھنڈا ہونے کی وجہ سے اس نے بھی اپنی ماں سے اس دفعہ چھت پر جھنڈا لہرانے کی فرمائش کی اور ماں کے تسلی بھرے لفظوں میں، اس کے لہجے میں موجود درد اور آنکھوں میں مجبوریوں کے آنسو دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ وہ اس دفعہ بھی چودہ اگست بنا جھنڈا لہرائے گزارے گا۔ تیرہ اگست کو وہ سارا دن گھر ہی رہا کہ کوئی دوست اس سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھے اور نہ ہی اس نے اس دن کچھ کھایا۔ بس اپنے دل کو سمجھا لیا کہ جن کے ابو نہیں ہوتے وہ چاہ کر بھی جشنِ آزادی نہیں منا سکتے وہ صرف دل میں ہی آزادی کی خوشیاں منا سکتے ہیں۔ مگر جشن آزادی کی صبح جب وہ جاگا تو اس کی ماں اپنے بستر پر نہیں تھی۔ آواز دینے پر معلوم پڑا کہ امی اوپر ہیں تو جلدی جلدی سیڑیاں چڑھتا ہوا چھت پر پہنچا اور اس کی آنکھوں میں آنسوں نکل آئے مگر اس دفعہ آنسوں خوشی کے تھے۔ اس کی ماں نے اس کی خوشی کی خاطر اپنے چند کپڑوں میں سے ایک سبز ڈوپٹے کا جھنڈا بنا کر منڈیر پر لگا دیا تھا۔ سلمان بھاگ کر اپنی ماں سے لپٹ گیا، وہ خوش تھا بے حد خوش کہ اس دفعہ اس کی گھر بھی سبز پرچم لہرائے گا۔ ابھی وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ اچانک ٹی وی پر بریکنگ نیوز آئی جس کو دیکھ کر اس نے اللہ پاک کا لاکھوں بار شکر ادا کیا کہ مالک کائنات نے اسے آزاد ملک کا باشندہ بنایا اور اپنے رب سے معافی مانگی کہ ارد گرد کے سیاسی، سماجی اور معاشی ماحول نے اسے اس قدر منفی کر دیا کہ وہ بھول گیا تھا کہ آزادی ہر چیز سے بالا تر ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جسے حاصل کرنے کے لیے اس کے آباؤ اجداد نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور خالی ہاتھ جب انہوں نے ارض پاک پر پہلا قدم رکھا تو اس کی مٹی کو چوما نہ کہ کوئی شکوہ شکایت کی۔
حالات اس وقت سے تو بہت بہتر ہیں تو کیوں ہمارے رویے اس قدر باغی ہو گئے ہیں کہ ہم نے ذاتی مفادات اور نظریات کو خود پر اس قدر حاوی کر لیا ہے کہ ہم بھول گئے ہیں کہ آزادی کتنی بڑی نعمت ہے۔
یہی سب سوچتے ہوئے وہ احمد کو آواز دینے لگا کہ آؤ بازار سے جھنڈا اور جھنڈیاں خرید کر لاتے ہیں۔
دوسرے کمرے میں موجود نور جہاں بیگم کے کانوں میں بھی ٹیلیویژن کی آواز پہنچ گئی تھی۔ اور وہ سوچ رہی تھی کہ آج کل کی نسل وقتی پریشانیوں سے گھبرا کر آزادی جیسی بڑی نعمت کی قدر نہیں کرتی اور ایسے لوگ بھی ہیں اس دنیا میں جن کی نسلیں آزادی میں ایک سانس لینے کے لیے نجانے کتنے دہائیوں سے اپنے تن، من اور دھن کی قربانیاں دیتی آ رہی ہیں۔
"انڈیا کے دارالحکومت دہلی سے ملحق گروگرام کے 100 دیہات نے مسلمانوں کے معاشی اور سماجی بائیکاٹ کی اپیل کر دی۔ مہا پنچایت نے مسلمانوں کو کرائے پر مکان یا دکان دینے سے منع کر دیا۔"

سیدہ رابعہ

پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

"اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔"
لا الہ الا اللہ کلمہ ہے آزادی کا ہر باطل کے خلاف۔ لا الہ الا اللہ یہ وہ نعرہ ہے جس کے لیے برصغیر کی مسلمانوں نے جد و جہد کی اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے لیے پاکستان کا وجود بہت ضروری تھا۔ کیسے یہ نعرہ لا الہ الا اللہ، غیر اللہ سے الوہیت کی نفی کرتا ہے کہ ایک ہی جگہ رہتے ہوئے مسلمانوں کے لیے کتنا کٹھن تھا۔ جہاں مسلمان تو گائے کا گوشت کھاتے تھے مگر ہندو اسی گائے کی پوجا کرتے تھے۔ لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر پاکستان کو آج الحمدللہ 76 سال مکمل ہو گئے مگر کیا ہم آزاد ہو کر اپنی اس آزادی کا معنی صحیح انداز میں سمجھ سکے، اپنی زندگیوں میں اس پر عمل کر سکے؟
بہت تکلیف ہوتی ہے آج اپنی یوتھ کی چال ڈھال کو دیکھ کر، کیسے ہر چیز میں ہماری یوتھ یورپ کی غلام ہو گی اور کیسے اپنی آزادی کا مطلب تک بھول گئی، جب میں لا الہ الا اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہوئے اپنی نبی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت کو پڑھتی ہوں ان کی تکالیف اور آزمائشوں کو پڑھتی ہوں، صحابیات کی آزمائشوں کو دیکھتی ہوں کہ کس طرح سے انہوں نے لا الہ الا اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہوئے اپنی ساری زندگی لگا دی، لا الہ الا اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہوئے ہر آزمائش کو ایمان کی مضبوطی کے ساتھ ایمان کے نور کے ساتھ جو ہے وہ سامنا کیا۔
لا الہ الا اللہ تو توحید کی کال ہے۔ لا الہ الا اللہ تو وحدانیت کی صدا ہے۔ لا الہ الا اللہ تو مسلمان کو ایک جسم کر دینے کا نام ہے۔ لا الہ الا اللہ تو اللہ کی اطاعت کا پیغام ہے۔ لا الہ الا اللہ تو محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت کی پیروی کا پیغام ہے۔ کس طرح نبیؐ کی زندگی ہمارے لیے بہترین اور رول ماڈل ہے، صحابیات کی زندگیوں کے رول ماڈلز موجود ہیں مگر ہم نے آج زمین کا الگ ٹکڑا تو حاصل کر لیا، اللہ کے حکم سے مگر لا الہ الا اللہ کا مطلب ہم نہ سمجھ سکے۔
اکثر سوچتی ہوں کہ یہ کیسی آزادی ہے جو آزاد ہو کر بھی آج ہماری یوتھ یورپ کے ایجنڈوں میں، یورپ کی باطل عقائد کی چکا چوند رسومات کا شکار ہو گئی ہے۔

پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

ہمارے نظریات آج بھی غلامی کا شکار ہیں کیونکہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے والا کبھی اللہ اور رسولؐ کے سوا کسی کا غلام نہیں رہتا۔ اس کے خیالات میں بس اللہ کی اطاعت اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی ہوتی ہے، رب کی محبت ہوتی ہے۔ لا الہ الا اللہ تو صراط مستقیم کی کال ہے۔ ہم نے اس کال کو کہیں اگنور کر کے استغفراللہ یورپ کی نمائشی کالز کو قبول کر لیا۔ تبھی آج ہماری یوتھ کو دین کی بات سننا تک بہت مشکل لگتا ہے۔

پتہ ہے کیوں؟

جانتے ہیں بچپن ہی سے بچے کو بس 14 اگست 1947ء کی جد و جہد کی کہانیاں سنا سنا کر والدین اتنا پختہ کر دیتے ہیں کہ اکثر کو تو پاکستان کا مطلب تک نہیں پتا ہوتا، چلو اگر پتہ بھی ہو پاکستان کا مطلب تو اس کی بنیاد اس کی حقیقت معلوم نہیں ہے، اس کا اس کے رب کے ساتھ اور لا الہ الا اللہ کے ساتھ تعلق ہی نہیں بنایا جاتا۔ آپ خود سوچیں جب آپ نے ایک پودے کی جڑ ہی خراب بیجوں کے ساتھ بو دی ہے تو جو تناور درخت ہو گا وہ کیسے لا الہ الا اللہ سے واقف ہو گا؟ کیسے وہ یہ چیز جانتا ہو گا کہ لا الہ الا اللہ یعنی میرے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بات مختصر کرتے ہوئے اپنے ریڈرز تک یہی بات پہنچانا چاہتی ہوں کہ خود بھی لا الہ الا اللہ کا مطلب جانیے اور اپنے اس پاس بچوں تک بھی اس دعوت کو عام کیجیے۔

لا الہ الا اللہ، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ رب العزت کا فرمان ہے: "درحقیقت ایمان والے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائیں"۔ (سورۃ النور آیت نمبر 62) یہ وطن اس لیے اللہ نے ہمیں عطا کیا تھا؟ کہ ہر سال 14 اگست کو بجائے اللہ کے شکر ادا کرنے کے اس کی نعمت اور اس کی آزادی کا شکر ادا کرنے کے اس کی نافرمانی کی جائے، میوزک کے ساتھ اور باجے بجا بجا کے دوسروں کا سکون تباہ کیا جائے۔ حدیث کا مفہوم ہے: "تم میں سے بہترین وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا محفوظ ہے"۔ آپ خود بتائیں آپ کے اس شور سے کہ آپ کے آس پاس کے بیمار لوگ محفوظ رہتے ہیں؟ جب تک انسان کے پاس سانس ہے تب تک انسان رجوع کر سکتا ہے کوشش کریں اس سال ان چیزوں کو اپنے اندر سے نکالنے کی، باطل عقائد کی نفی کرنے کی، اپنے آپ کو آزاد کروائیں ان سب باطل عقائد سے، رسومات سے، باطل خیالات سے، اللہ ہم سب کو پیارے پاکستان کے مطلب لا الہ الا اللہ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے جو کہ ہمارے لیے جنت کی چابی ہے لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں، اللہ ہمیں ان شرائط کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین!

کائنات احسان

اقبال اور جناح کا پاکستان

ایک آزاد اور خودمختار ملک کا خواب دیکھا اقبال نے اور جناح نے اس خواب کو حقیقت بنایا۔ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ پاکستان کو بنانے کے خیال سے لے کے پاکستان کو بنانے تک اقبال اور جناح کے ساتھ ساتھ ہمارے آباؤ اجداد نے بہت سی پریشانیوں اور مصیبتوں کو ہنس کے گلے لگایا تاکہ ہم ایک آزاد اور خودمختار ملک میں سکون کا سانس لینے کے قابل ہو سکیں اور وہ یہ سب کرنے میں سو فیصد کامیاب ہوئے اور آزاد ملک ہمارے حوالے کیا مگر ہم نے کیا کیا ہے؟ ہم نے خود اپنے ہی آزاد ملک کی ہوا کو خود پر تنگ کیا۔ خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے اور اپنے ملک کے لیے ایسے حالات پیدا کیے کہ ملک کو آزاد اور خودمختار تو دور کی بات ہے پر سکون بھی نہیں چھوڑا۔ ہمارے آباؤ اجداد نے بڑی محنت کوشش رسوائی اور ذلت اٹھائی اس ملک کو بنانے میں اور ہم نے بہت محنت کے بعد اس ملک کے لیے رسوائی اور ذلت کا سامان کیا ہے۔ اس حد تک اپنے ملک کا نام خراب کر چکے ہیں ہم کہ اگر ہمارے ملک کے باشندے کسی دوسرے ملک میں جائیں، کسی کام کے سلسلے میں یا کسی غرض سے اور وہاں کوئی کام خراب ہو جائے تو وہاں کے لوگ ایک ہی ملک کا نام لیتے ہیں کہ یہ کس نے کیا ہو گا اور وہ ہے پاکستان۔ یہ کس قدر شرمندگی کا باعث کبھی غور تو کریں۔ اقبال اور جناح نے ملک کو جہاں چھوڑا تھا ہم تو وہاں بھی برقرار نہیں رکھ پائے۔ ہم نے اپنے ملک کو جناح اور اقبال سے بھی زیادہ اور کڑی محنت کے بعد پستی میں پھینکا ہے۔ آج کا پاکستان اس پاکستان سے حد درجہ مختلف ہے جس کا خواب اقبال نے دیکھا اور جناح نے حقیقت میں ڈھال دیا۔

ایک سوال ہے آپ سے، جتنی قربانیاں

ہمارے بزرگوں نے دیں اس وطن کے لیے کیا آج ہم دے سکتے ہیں؟ اس کا جواب باتوں کی حد تک ہو گا کہ ہاں مگر ایک کڑوا سچ ہے کہ نہیں ہم نہیں دے سکتے قربانیاں اس وطن کے لیے کیونکہ اب ہم میں وہ ہمت وہ جذبہ نہیں رہا سچ کہوں تو وطن سے محبت کا وہ عالم بھی نہیں رہا اب نوجوان نسل اپنے اس ملک کو مشکلات میں چھوڑ کر پیسے کمانے اور کیریئر بنانے بیرون ملک جا رہی ہے وہ لاگ جو پاکستان کا مستقبل ہیں وہ پاکستان کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ معذرت مگر چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ ہماری عزت اور اس ملک کی عزت، ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے اور ہم اس کی دھجیاں اڑانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے۔ خدارا اس آج کے پاکستان کو جناح اور اقبال کے پاکستان جیسا بنانے کی کوشش کریں۔ یہ ملک ہم سے ہے اور ہم اس ملک سے تاکہ اقبال اور جناح ہماری وجہ سے شرمندہ نہ ہوں کہ یہ ہے ان کی قوم جن کے لیے الگ ملک کا مطالبہ کیا تھا۔ خود کو بہتر قوم بنانے کی بھرپور کوشش کریں۔

مصدق احمد

آزادی اور ہم

اگست کا مہینہ آتے ہی گہما گہمی کا سماں ہوتا ہے۔ تمام لوگ جشنِ آزادی کی تیاریوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ تمام بچے، بزرگ اور خواتین تیاریاں کرتے ہیں، گھروں کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا جاتا ہے مگر اس بات کو بھی مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ یومِ آزادی قوم سے کیا تقاضا کرتا ہے؟ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں۔ ان ترجیحات اور ذمہ داریوں کو سمجھنے کی بہت ضرورت ہے۔ یہ عظیم دن ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم ان عناصر کو اجاگر جس کی بنیاد پر ہم نے یہ وطن حاصل کیا تھا۔ ایک آزاد وطن سے پہلے ہم کلمہ گو ہیں لیکن ہم سب کے سب مغربی تہذیب کے غلام ہیں ہمارے ملک کا کلچر، رسم و رواج مغربی تہذیب کا بھر پور مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہم نے وطن اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا مگر افسوس ہم صرف ایک دن باجے بجا کر، ترانے گا کر وطن سے محبت کا اظہار کر دیتے ہیں۔ کیا واقعی یہ وہی وطن ہے جس کی خاطر عورتوں نے اپنے لختِ جگر قربان کیے تھے، زیور بیچے، گھر بار اجڑ گئے۔ اس یومِ آزادی کے موقع پر ہمیں اس بات کو یقینی بنانا ہو گا کہ جو وطن ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا اس میں مغربی تہذیب کی کوئی جگہ نہیں۔ ہم آج کل ایک ایسی قوم بن چکے ہیں کہ اپنی کامیابی ٹک ٹاک پر ناچ کر سمجھیں جا رہی ہے کیا یہی وہ دین ہے جن کی خاطر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قربانیاں دیں تھیں۔ ذرا سوچیے ہم وہ آخری امت ہیں جس نے اسلام کو غالب لانے کے لیے محنت کرنی ہے۔

یہودی تعداد میں بہت کم ہیں مگر پوری دنیا پر راج ان کا ہے۔ اصل وجہ وہ اپنے مقصد کو نہیں بھولے اور ہم مسلمان محض چند روپوں کی خاطر بک جاتے۔ ان کے اسکولوں میں خالد بن ولید کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے اور ہمارے اسکولوں میں آج کل ناچ گانے کو پروموٹ کیا جا رہا ہے۔ ہم ایک دن صرف جھنڈے لگا کر محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ باقی پورا سال ہم اپنے ڈراموں میں بے حیائی کا پیغام دے کر اپنے ہی مسلمانوں کو بھٹکاتے ہیں۔

آج بھی وقت ہے کہ ہم اپنے تعلیمی اداروں کو بہتر بنائیں۔ ہمیں یہ کوشش انفرادی طور پر کرنی ہو گی کیونکہ اکیلی شمع بھی روشنی کا کام کرتی۔ "اپنے نام کی شمع چلاتے چلیں"، آئیں آج سے عہد کریں کہ جس مقصد کی خاطر وطن حاصل کیا تھا وہی مقصد پورا کرنے کے لیے پوری کوشش کریں گے۔ "اللہ پاک پیارے وطن کو ہر شر، مصیبت اور ناگہانی آفت سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین!"

ارم اخلاق

جب آزادی ملی

ہر کسی کو جان کے لالے پڑے تھے، مائیں اپنے شیر خواروں کو پھینکنے پر مجبور ہو چکی تھیں، گھر بار تو لٹا ہی تھا عصمتیں لوٹی جا رہی تھیں۔ کئی تو ایسے تھے کہ کراڑوں کے ڈر سے اپنی بیٹیوں کو انجانے مسلے گروہوں کے ساتھ بھیج رہے تھے۔ ان دنوں میں میکے ملنے گئی تھی کہ اجاڑے پڑ گئے، ممانی نے جنت کو چولہے پر جا لیا اور اپنی گتھا شروع کر لی۔ میں تو جیسے تیسے بچ نکلی، تیری ماسی رحیم بی اس وقت جوان تھی اور شادی کے دن مقرر کیے ہوئے تھے۔ اجاڑے پڑے تو ابا جی نے اسے مسلوں کے ٹولے کے ساتھ پاکستان روانہ کر دیا، سفر شروع ہوئے ابھی ایک رات گزری تھی کہ ایک جگہ اس گروہ کا پڑاؤ ہوا جہاں پہلے بھی کوئی مسلوں کا ٹولہ ٹھہر کے گیا تھا، اسے محفوظ جگہ سمجھ کر سب رک گے تاکہ کچھ تھکان اترے تو آگے بڑھا جائے۔

رحیم بی نے ستانے کے لیے جگہ تلاش کرنا چاہی تو اسے ایک طرف سے روتے بچے کی آہ و بقا سنائی دی۔ رحیم بی آگے بڑھی بچہ زخموں سے چور تھا، بچے کو اٹھاتے ہوئے رحیم بی کی گویا چیخ نکل گئی۔ اللہ تو ہی رحم کرنا، یہ تو میرا ویر ہے، ہائے ماں! تو نے میرا ویر اس اجاڑ میں پھینک دیا۔

رحیم بی سمجھ گئی کہ ان سے پہلے جو مسلوں کا ٹولہ یہاں رکا تھا اس میں اس کی ماں بھی تھی اور اس ٹولے کو یقیناً کراڑوں کا ڈر ہوا ہو گا کہ وہ اپنے بچے پھینک کر چلے گئے۔ اِدھر اُدھر جانے پہ پتا چلا کہ بہت سا سامان پھینک کر مسافر جا چکے ہیں۔

رحیم بی دوڑ کر اپنے گروہ کے آدمیوں تک پہنچی، اپنا بھائی دکھایا اور جلد چل نکلنے کا کہا کہ یہ جگہ خطرے سے خالی نہیں۔

یہ رات کا آخری پہر تھا اور صبح ہونے سے پہلے ریلوے لائن پار کرنا تھی کیونکہ ریلوے لائن دن کے وقت پار نہیں کی جا سکتی تھی وہاں کراڑوں کا سایہ منڈلاتا تھا۔

جنت نے روٹی اور سالن نکال کر ممانی کے سامنے لا رکھا۔ اچھا ممانی پھر وہاں سے وہ لوگ بچ کے نکل آئے؟

جنت کا تجسس برقرار تھا۔

ارے کہاں

نصیب ماری رحیم بی اپنے بھائی کو بچاتی اٹھاتی ٹولے سے پیچھے رہ گئی سب اپنی اپنی جان کو بچانے میں لگے تھے مگر رحیم بی اپنے بڑی بہن ہونے کا حق نبھانے چل پڑی تھی۔ جیسے سفیدی پھوٹی تو گویا خطرے کے گھنٹارے قریب قریب بجنے لگے۔

رحیم بی نے کمر پہ جھولی باندھ کے اپنے پانچ سالہ زخمی بھائی کو کس کے باندھ رکھا تھا اور رات کے اندھیرے سے نکل کر دن کے ڈراونے حصے میں جوں جوں جا رہی تھی بے حال ہو رہی تھی۔

جب آزادی ملی

ماں کی یاد کروائی گئی ساری دعائیں پڑھتی جاتی اور آگے بڑھتی جاتی۔ سورج اپنی کرنیں نکال رہا تھا جب رحیم نہر کنارے پہنچی تھی بھوک پیاس سے بے حال تھی اور رہی سہی کسر وزن اٹھا کر پوری ہو چکی تھی۔
رحیم بی بتاتی ہیں کہ میں ظہر کی نماز تک وقفے وقفے سے نہر کنارے چلتی رہی اور اس دوران میں نہر میں صرف لاشے ہی دیکھتی رہی۔
سورج سر پہ پہنچا تھا جب ایک کوٹھڑی پہ نظر پڑی تو میں اس کی طرف چل پڑی۔
اللہ کو میرا باقی رہنا منظور تھا کہ وہ ایک بوڑھی اماں اور اس کے فوجی بیٹے کا گھر تھا جو کہ خیر سے مسلمان فوجی تھا۔
اماں نے بتایا کہ میرے پاس کئی اجاڑوں کے مارے ٹھہر ٹھہر کے جا چکے ہیں۔
میری بیٹی آ جاؤ، اللہ نے تیری زندگی باقی رکھی ہوئی تو کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔
اس بڑھیا نے میری کمر سے نذر کو کھولا جو نیم بے ہوش تھا۔
پانی پلایا، اس کے منہ پہ پانی مارا، پھر گھنے شہتوت کے درخت کے نیچے لٹا دیا۔
جنت بی بی کی آنکھوں سے گرتے ہوئے آنسو کب سے زمین بھگو رہے تھے اسے کچھ خبر نہ تھی۔
ممانی یہاں رک گئی۔
پھر کیا ہوا؟
جنت ممانی کی خاموشی پہ چونکی تھی۔
رحیم بی بی بتاتی ہیں کہ تقریباً پانچ یا چھ دن میں وہاں رکی، وہ ایسی محفوظ پناہ گاہ تھی کہ دل چاہتا تھا یہ پاکستان کا حصہ ہو اور کچھ روز اور یہاں پڑاؤ ہو جائے۔
مگر پھر ایک رات جب بڑھیا، میں اور میرا نذر ویرا سو رہے تھے اور پندرہ سے بیس مسافروں کا ایک گروہ جو شام کو یہاں سے گزرتے ہوئے بڑھیا کے مکان پہ آن ٹھہرا تھا سب آڑے ترچھے لیٹے تھے، تب ڈنڈوں، تلواروں اور نیزوں کی گرج نے اٹھا دیا۔ بڑھیا کے دروازہ نہ کھولنے پہ دروازے پہ ڈنڈے برسائے جا رہے تھے۔ دل کی تہوں کو کاٹ دینے والا شور تھا، ہر کسی کو موت سر پہ کھڑی دکھائی دے رہی تھی، جبکہ بڑھیا اپنے گھر کے پچھلے دروازے سے گھنی فصلوں کو کھلتی کھڑکی سے سب کو باہر کود جانے کا کہہ کر خود دروازے پر چلی گئی۔

(جاری)

جب آزادی ملی

دروازہ دھڑام سے کھلا۔
کھلے گلے اور وحشیانہ حلیے میں چند آدمی اندر داخل ہوئے۔
یہ مسلوں کی چوکی ہے۔
وہ آپس میں ہی چہ مگوں ہوئے۔
اماں سمجھ گئی کہ یہ لوگ خود بھی مسلے ہیں اور دراصل کراڑوں کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔
یہاں جنت حیران ہوئی۔
کیوں ممانی مسلمان کیوں کافروں کو تلاش کرتے پھرتے تھے۔
ممانی نے گہرا ٹھنڈا سانس لیا اور پھر اللہ کے واضح حکم کی آیت پڑھ کر سنائی: وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور (دورانِ جہاد) کافروں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور فتنہ، قتل سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔
تو پھر اللہ کے اس حکم کے تحت مسلمان بھی جہاں تک ہو سکتا تھا اپنابدلہ لے رہے تھے وہ بھی جہاں کہیں ہندوؤں اور سکھوں کو دیکھتے انہیں مار ڈالتے، مسلمان کئی کئی میل سفر طے کر جاتے سکھوں کو مارنے کی خاطر۔
وہاں بھی یہی ہوا وہ سکھوں کی تلاش میں اماں کے گھر آن نکلے تھے مگر جلد واپس پلٹ گئے۔
اس رات رحیم بی اپنے بھائی کو لے کر وہاں سے نکل آئی تھی۔
پاکستانی کیمپ تک پہنچنے کے لیے اس نے پیدل ہی سفر کیا تھا۔
ممانی یہ کہہ کر رونے لگی تھی۔
اب تک تسلی سے بات سناتی آ رہی تھی یوں پھر رونے لگی۔
جنت!
میری بہن ہم سے چھ سال بعد ملی تھی۔

(جاری)

جب آزادی ملی

کراچی جانے والی ٹرین جیسے ہی ملی تو میلوں کا سفر طے کرنے والی رحیم بی اپنے پانچ سالہ بھائی کو گھسیٹتے ہوئے مسافروں سے لدی ہوئی ٹرین میں بیٹھ گئی۔
اجاڑ ایسا پڑا تھا کہ وہی زمین جس پر سالوں سے رہ رہے تھے جہاں وہ جواں ہوئی تھی غیر ہو گئی اور زندگی کی پناہ ڈھونڈنے کے لیے اس نے سوا ماہ بھری جوانی میں بھائی کو اپنا بیٹا کہہ کہہ کر سفر کیا تھا۔
وہ جہاں جہاں رکتی یہی بتاتی کہ یہ میرا بیٹا ہے۔
وہ اپنی ماں کو یاد کرتی جو نہ جانے کس حال میں تھی کہ اپنے ہی بیٹے کو غیروں کی زمین پہ چھوڑ کر آ گئی تھی۔
بی رحیم پاکستان تو سوا ماہ بعد پہنچ آئی
مگر اپنے والدین سے ملنے کے لیے اسے چھ سال انتظار کرنا پڑا۔
جنت نے افسردگی سے پوچھا ممانی تو کیا آپ کے بابا نے ان کو ڈھونڈنے کی کوشش بھی نہ کی۔
نہیں بیٹا، اس وقت کوششیں رائیگاں تھیں سب۔
جو پہنچ آیا وہی زندہ سمجھا گیا۔
جو نہ پہنچ سکا اس کے متعلق دعائے مغفرت کی جاتی۔
میرے گھرانے میں سے نذر کے متعلق تو پکا یہی سمجھا جاتا کہ کراڑوں نے مار دیا ہو گا۔
رحیم بی کے بارے میں افسردگی چھا جاتی مگر اللہ سے اس کی مغفرت کی دعا کرتے۔
نقل مکانیوں کا یہ سلسلہ ہندوستان سے پاکستان تک نہیں تھا۔
پاکستان آ کر بھی کئی جگہیں دیکھنا پڑیں جہاں کہیں زندگی کے آثار کچھ بہتر ملتے وہاں لوگ آباد ہوتے جاتے۔
جنت ممانی کو دوسرا گلاس پانی کا ڈال کر دے رہی تھی۔
ممانی کو یادوں کے پندار میں آج وقت گزرنے کا احساس بھی نہ ہوا تھا۔

ثناء اکرم ملھی